ماہنامہ

المرشد

لاہور

اکتوبر 1998

مہر نبوت علم بنا کر دنیا پہ لہرائیں گے

دیکھنا یہ سیماب تم اک دن آخر ہم کر جائیں گے

تصوف کیا ہے؟

لغت کے اعتبار سے تصوف کی اصل خواہ صوف ہو اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا رشتہ چاہے صفا سے جا ملے، اس میں شک نہیں کہ یہ دین کا ایک اہم شعبہ ہے جس کی اساس خلوص فی العمل اور خلوص فی النیت پر ہے اور جس کی غایت تعلق مع اللہ اور حصول رضائے الٰہی ہے۔ قرآن و حدیث کے مطالعے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور آثار صحابہؓ سے اس حقیقت کا ثبوت ملتا ہے۔

(دلائل السلوک)

تصوف کیا نہیں؟

تصوف کیلئے نہ کشف و کرامات شرط ہے نہ دنیا کے کاروبار میں ترقی دلانے کا نام تصوف ہے نہ تعویذ گنڈوں کا نام ہے نہ جھاڑ پھونک سے بیماری دور کرنے کا نام تصوف ہے نہ مقدمات جیتنے کا نام تصوف ہے نہ قبروں پر سجدہ کرنے، ان پر چادریں چڑھانے اور چراغ جلانے کا نام تصوف ہے اور نہ آنے والے واقعات کی خبر دینے کا نام تصوف ہے نہ اولیا اللہ کو غیبی ندا کرنا، مشکل کشا اور حاجت روا سمجھنا تصوف ہے نہ اس میں ٹھیکیداری ہے کہ پیر کی ایک توجہ سے مرید کی پوری اصلاح ہو جائے گی اور سلوک کی دولت بغیر مجاہدہ اور بدون اتباع سنت حاصل ہو جائے گی۔ نہ اس میں کشف و الہام کا صحیح اترنا لازمی ہے اور نہ وجد و تواجد اور رقص و سرور کا نام تصوف ہے۔ یہ سب چیزیں تصوف کا لازمہ بلکہ عین تصوف سمجھی جاتی ہیں حالانکہ ان میں سے کسی ایک چیز پر تصوف اسلامی کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ ساری خرافات اسلامی تصوف کی عین ضد ہیں۔

(دلائل السلوک)

ماہنامہ

المرشد لاہور

سی پی ایل نمبر3

مدیر

چوہدری محمد اسلم

سرکولیشن منیجر

رانا جاوید احمد

جلد نمبر20 جمادی الثانی 1419ہجری بمطابق اکتوبر 1998ء شمارہ نمبر3

اس شمارے میں

نمبر شمار	فہرست مضامین	تحریر	صفحہ نمبر
1	اداریہ	سرفراز حسین	3
2	تنظیم الاخوان کا موچی گیٹ میں جلسہ عام	رپورٹ	5
3	تنظیم الاخوان کا جلسہ اور حکومت کی ذمہ داریاں	محمد اسلم	8
4	علماء کنونشن' مولانا محمد اکرم اعوان نے میلہ لوٹ لیا	مجیب الرحمٰن شامی	10
5	مولانا محمد اکرم اعوان کا نوائے وقت سے انٹرویو	رؤف طاہر	15
6	سوہنجہ رسہ	مولانا محمد اکرم اعوان	23
7	ہم کون لوگ ہیں؟	احمد نواز	32
8	تصوف و سلوک کا مفہوم	مولانا محمد اکرم اعوان	39
9	ڈاکٹر قدیر خان کا خصوصی انٹرویو	محمد اسلم	46
10	دکھ تو یہ ہے	مولانا محمد اکرم اعوان	50
11	پردہ	آسیہ اکرم اعوان	56
12	پاکستان کی ایکسپورٹ کا تفصیلی چارٹ	(APTMA)	64

رابطہ آفس:- کمرہ نمبر8 - سیکنڈ فلور' ریکس سٹی ستیانہ روڈ فیصل آباد - فون 732254 فیکس 727002

ناشر: پروفیسر حافظ عبدالرزاق

انتخاب جدید پریس لاہور:- 6314365

پتہ: ماہنامہ المرشد: اویسیہ سوسائٹی' کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور - فون 5180467

ماہنامہ المرشد کے

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

نشرواشاعت: چوہدری غلام سرور

ناظم اعلیٰ: کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر: چوہدری محمد اسلم

بدل اشتراک

قیمت 15 روپے

	سالانہ	تاحیات
پاکستان	165 روپے	2500 روپے
غیر ملکی		
سری لنکا بنگلہ دیش	400 روپے	4000 روپے
مشرق وسطی کے ممالک	90 سعودی ریال	700 سعودی ریال
برطانیہ اور یورپ	25 سٹرلنگ پونڈ	130 سٹرلنگ پونڈ
امریکہ	45 امریکن ڈالر	300 امریکن ڈالر
کینیڈا	50 امریکن ڈالر	350 امریکن ڈالر

اداریہ — موت پہ بیعت

دلوں میں خلوص ہو مقصد سے سچی لگن ہو تو یہ روح پرور نظارے بھی دیکھنے کو مل جاتے ہیں کہ موت پر بیعت ہو رہی ہو وہ بھی موچی گیٹ لاہور میں۔ سیاسی اور مذہبی منافرتوں کے پچاس سالہ شور میں یہ تو کبھی کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ گزرا تھا کہ اپنے اسلاف کی روایات کو اپنی جیتی جاگتی آنکھوں سے کوئی یوں دیکھ سکے گا۔

یہ 12 ستمبر 1998ء کی رات کا تاریخی واقعہ ہے۔ یہ جلسہ تنظیم الاخوان کے امیر جناب محمد اکرم اعوان کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ بی بی سی کے مطابق بیس ہزار افراد نے اس میں شرکت کی۔

امیر تنظیم محمد اکرم اعوان بنیادی طور پر ایک صوفی ہیں۔ جو دلوں کی آبیاری کرتے ہیں۔ بندے اور اللہ کے درمیان فطری تعلق کو جوڑتے ہیں۔ موجودہ سیاست سے بیزار اور اقتدار سے بے نیاز۔ ہر اس بندے کے بے دام غلام اور سپاہی جو ملک عزیز میں شریعت نافذ کر دے۔ ہر اس طاقت کے خلاف صف آرا جو نفاذ شریعت میں رکاوٹ ڈالے۔ وہ جنوں کی حد تک نفاذ شریعت میں سنجیدہ کہ ان کے اس جذبہ کی تاثیر سے غیاث الدین جانباز اور طارق چوہدری جیسے نامور سیاستدان اپنی سابقہ جماعتوں پہ تین حرف بھیج کر اس مشن میں ان کے ہم رکاب ہیں۔

اس پاکستان میں جہاں لسانی عصبیت پھیلانے والوں کی آواز نہیں دبائی جا رہی' جہاں علاقائی تعصب پھیلانے والوں کی آواز نہیں دبائی جا رہی حتی کہ علیحدگی پسندوں کی آوازیں نہیں دبائی جا رہیں تعجب ہے کہ وہاں کے ذرائع ابلاغ اور دوسری طاقتیں اس نئی' منفرد اور پر اثر آواز کو دبانے کے لئے متحد و متفق نظر آتے ہیں۔ مجرموں کو قومی ہیروز بنانے والے ذرائع ابلاغ نے اس خبر کو روک کر جسے بی بی سی نے بھی رپورٹ کیا ہے اپنا مافی الضمیر اچھی طرح سے واضح کر دیا ہے۔

لیکن امیر تنظیم کا خدائی پیغام ذرائع ابلاغ کی دیواروں کے حصاروں میں مقید نہیں کیا جا سکتا۔ مظلوم مخلوق خدا کی تشنگی کے آگے کون کب تک بند باندھے رکھے گا موت پر بیعت سے اس بند میں شگاف ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ کون اپنی سروں کی کھوپڑیوں سے ان کو بند کرنے کی جرات کرے گا۔ اس بیعت نے ثابت کر دیا ہے کہ :-

ملا کی اذاں اور ہے مجاہد کی اذاں اور

سرفراز حسین

موچی گیٹ لاہور کے جلسہ عام میں ہزاروں لوگوں کی

امیر محمد اکرم اعوان کے ہاتھ پر موت کی بیعت

قانون سازی کیلئے علماء بورڈ تشکیل دیا جائے‘ حکمرانوں کو پسند کی شریعت نافذ نہیں کرنے دیں گے

239 کے حق یا مخالفت میں کوئی بات نہیں کرینگے‘ کیونکہ ہم اس نظام اور آئین کو نہیں مانتے‘ امیر اکرم اعوان

سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنا موت کے پروانے پر دستخط کے مترادف ہوں گے‘ جنرل (ر) حمید گل

حکومت نے CTBT پر دستخط کیے تو پارلیمنٹ کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے‘ سابق سینٹر طارق چودھری

حکمران اسلام اور عوام سے مخلص نہیں ہیں‘ حکمرانوں کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں‘ غیاث الدین جانباز

میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تنظیم الاخوان کے کارکن پاکستان کی تقدیر بدل دیں گے‘ مولانا عبدالقادر آزاد

ملک بھر کی اہم سیاسی اور مذہبی شخصیات نے جلسہ سے خطاب کیا (المرشد کے قارئین کیلئے جلسے کی مکمل رپورٹ)

جنرل (ر) حمید گل کا خطاب

لاہور (نمائندہ خصوصی) جنرل (ر) حمید گل نے اپنے خطاب میں کہا ہے کہ موچی گیٹ کے میدان میں قیام پاکستان سے پہلے بھی بہت بڑے بڑے جلسے منعقد ہوئے تھے جس سے ملک کی تقدیر بدل گئی اور پاکستان معرض وجود میں آیا انہوں نے کہاکہ آج میں الاخوان کے اس جلسے کو دیکھ کر محسوس کر رہاہوں کہ یہ جلسہ پاکستان کی آئندہ سیاست کو بدلنے کا باعث بنے گا انہوں نے کہاکہ میں مولانا محمد اکرم اعوان کو خراج تحسین پیش کرتاہوں کہ انہوں نے نہ صرف چار سال میں اس چھوٹی سی جماعت کو اتنا پھیلا لیاہے اور ایسے کارکن پیدا کیے ہیں جو ان کے اشارے پر اس ملک کے لئے جان کی بازی لگانے کو ہر وقت تیار ہیں‘ انہوں نے کہاکہ میں یہاں خصوصی طور پر تین باتوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں‘ ایک تو یہ کہ امریکہ نے ہماری سمندری اور فضائی حدود کی خلاف ورزی کی اس حملے سے جو اکیس شہری ہلاک ہوئے ان میں سے چودہ پاکستانی تھے اگر بھارت ایسی حرکت کرتا تو کیا ہم اسے معاف کردیتے ہرگز نہیں بلکہ منہ توڑ جواب دیتے انہوں نے کہاکہ اگر آئندہ امریکہ نے ایسی حرکت کی تو پاکستان میں مقیم امریکہ کے تمام شہری گرفتار کرلئے جائیں گے ہمارے حکمران امریکہ کو دندان شکن جواب دینے کی بجائے لندن میں ان کے نمائندوں کے ساتھ بیٹھ کر سی ٹی بی ٹی پر مذاکرات کررہے ہیں اور ٹیلی فون پر ان کے صدر سے پیغام لے رہے ہیں‘ دوسرا یہ کہ سی ٹی بی ٹی کے بارے میں حکمران ٹی وی اور پارلیمنٹ میں عوام کو بے وقوف بنارہے ہیں اور یہ سمجھا رہے ہیں کہ اس طرح تمام مسائل حل ہوجائیں گے انہوں نے

کہاکہ میں عوام کو خبردار کردینا چاہتا ہوں کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط موت کے پروانے پر دستخط کرنے کے مترادف ہوگا اس معاہدے پر دستخط کرنے سے ہم تمام شرائط کے پابند ہوجائیں گے' انہوں نے کہاکہ اس وقت تمام اسلامی ممالک کی نظریں پاکستان پر لگی ہوئی ہیں اور ان کے عوام کو گمان ہے کہ مشکل وقت میں پاکستان ہی ان کی مدد کرے گا سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں سے مسلمان ممالک کے عوام کے دلوں کو ٹھیس پہنچے گی' انہوں نے کہاکہ جس دن پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کیا تھا اس سے دوسرے دن بیت المقدس میں مفتی اعظم فلسطین نے اسرائیلی حکمرانوں کو خبردار کیا اور کہاکہ انشاء اللہ اب جبکہ پاکستان ایٹمی طاقت بن چکا ہے تو ہم تمہارا اور تمہارے آقا امریکہ کا مقابلہ کرسکتے ہیں' شریعت بل کے حوالے سے انہوں نے کہاکہ صرف بل پاس کردینے سے مسائل نہیں ہوں گے' اس کے لئے ہمیں محنت کرنا پڑے گی جب تک بدکردار اور خائن حکمرانوں اور بیوروکریسی کو پکڑ کر اسلامی سزائیں نہیں دی جاتیں' اسلام نافذ نہیں ہوسکتا' آخر میں انہوں نے امیر محمد اکرم اعوان کو مبارک باد دی کہ موچی گیٹ کے عظیم الشان جلسہ کے ذریعے ہم سب کا پیغام حکمرانوں اور امریکہ تک پہنچ رہا ہے

مولانا عبدالقادر آزاد کا خطاب

لاہور (نمائندہ خصوصی) مولانا سید عبدالقادر آزاد نے اپنے خطاب میں کہاکہ میرا موضوع باقی مقررین کے موضوعات سے ہٹ کر ہے میں صرف تنظیم الاخوان اور امیر اکرم اعوان کی بات کروں گا انہوں نے کہاکہ اتنا بڑا جلسہ دیکھ کر میرا دل یہ گواہی دیتا ہے کہ انشاء اللہ پاکستان کی تقدیر بدلنے والی ہے' انہوں نے کہاکہ تنظیم الاخوان کے جھنڈے پر نبی اکرمؐ کی مہر لگی ہوئی ہے اور جس جھنڈے پر نبی اکرمؐ کی مہر ہو وہ کبھی ناکام نہیں ہوسکتا' دوسرا تنظیم الاخوان کا نام بڑا بابرکت ہے اس تنظیم کے کارکنان پاکستان اور اسلام کی خاطر جان دینے کے لئے بھی تیار ہیں انہوں نے کہاکہ مولانا محمد اکرم اعوان ایسی شخصیت ہیں جنہوں نے اپنے کارکنوں کی ایسی تربیت کی ہے کہ کسی اور جماعت میں اس کی مثال نہیں ملتی' یہ جماعت اسلام اور پاکستان کی وفادار ہے

غیاث الدین جانباز کا خطاب

لاہور (نمائندہ خصوصی) ٹوبہ ٹیک سنگھ سے تنظیم الاخوان کی مرکزی شوریٰ کے ممبر غیاث الدین جانباز نے کہا ہے کہ نواز حکومت بددیانت حکومت ہے جو لوگ خود بددیانت ہوں وہ ملک میں اسلام کیسے نافذ کرسکتے ہیں انہوں نے کہاکہ اب حکمرانوں کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں' انشاء اللہ عوام کا سیلاب بددیانت ٹولے کو بہا کر لے جائے گا انہوں نے کہاکہ میں 25 سال تک پاکستان پیپلزپارٹی سے وابستہ رہا ہوں اور ان کی موجودہ قیادت سے بہت قریبی تعلق رہا ہے یہ لوگ اسلام سے قطعاً مخلص نہیں ہیں بلکہ اپنے ذاتی مفادات کے لئے عوام کو استعمال کرتے ہیں' اسی طرح موجودہ حکمران بھی صرف پیسہ بنانے کے چکر میں رہتے ہیں یہ لوگ امریکہ کے پٹھو ہیں اور اسی کے مفادات کے لئے کام کرتے ہیں

طارق چوہدری کا خطاب

لاہور (نمائندہ خصوصی) سابقہ سینٹر اور تنظیم الاخوان کی مرکزی شوریٰ کے ممبر طارق چوہدری نے نواز حکومت پر زبردست تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اسلام میں چور کی سزا ہاتھ کاٹنا ہے نواز شریف نے موٹروے کی تعمیر کے ٹھیکہ میں 40 سے 70 فیصد کمیشن کھایا ہے کیونکہ یہ بھی چوری اور خیانت ہی ہے اسی لئے ایسے وزیراعظم کا ہاتھ کاٹ دینا چاہیے ایسے چور حکمرانوں سے اسلامی نظام کے نفاذ کی توقع رکھنا نادانی ہے' انہوں نے کہاکہ میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر مولانا اکرم اعوان کے ہاتھ پر موت کی

بیعت کرتا ہوں (زبردست تالیاں) اس ملک میں اس وقت ہی شریعت نافذ ہوگی جب عوام گلیوں اور بازاروں سے اٹھ کر بددیانت حکمرانوں اور سیاست دانوں کی گردنوں کے ناپ لیں گے انہوں نے کہاکہ سی ٹی بی ٹی سے متعلق زیادہ تفصیل تو حمید گل ہی بیان کریں گے لیکن میں واضح کردینا چاہتا ہوں کہ اگر حکومت نے سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کی غلطی کی تو ہم پارلیمنٹ کی عمارت کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے

امیر محمد اکرم اعوان کا خطاب

لاہور (نمائندہ خصوصی) تنظیم الاخوان کے امیر اکرم اعوان نے سٹیج پر آکر لوگوں سے پوچھاکہ کیا آپ سب لوگ شریعت کے نفاذ کے لئے تیار ہیں لوگوں نے ہاتھ کھڑے کر کے کہا "ہاں" انہوں نے کہاکہ میں آپ سے موت پر بیعت لینا چاہتا ہوں جلسہ گاہ میں ایک بہت بڑے کپڑے کا انتظام کیاگیا تھا جو کہ اگلی صفوں میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے پکڑلیا اس کپڑے کا ایک سرا امیر اکرم اعوان کے ہاتھوں میں تھا جلسہ گاہ کی پچھلی صفوں میں بیٹھے لوگوں نے اگلی صفوں میں بیٹھے لوگوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ لئے اس طریقے سے بیعت کی گئی تنظیم الاخون کے امیر مولانا محمد اکرم اعوان نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہاکہ ہم ملک میں شریعت نافذ کریں گے چاہے اس کیلئے ہمیں اپنی گردنیں کٹوانی پڑیں۔ اب کسی فاسق وفاجر کو ملک پر حکومت نہیں کرنے دیں گے قرآن وسنت کو سپریم لاء کی بجائے ملک کاواحد قانون بنایا جائے ہم امریکہ کو خبردار کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمان صرف اپنے خدا کو سپرپاور تسلیم کرتے ہیں انہوں نے کہاکہ اسلام ہی پاکستان کامقدر ہے اگر قیام پاکستان کے وقت سے ہی ملک میں اسلام نافذ کردیاجاتا تو مشرقی پاکستان کبھی الگ نہ ہوتا ملک میں موجودہ نظام ظلم پر مبنی ہے اور غلط حکمرانوں نے ایک سازش کے تحت ملکی وسائل کو لوٹااور عوام کو گینگ ریپ' اغواء برائے تاوان' بیروزگاری' دہشت گردی' فرقہ واریت اور سودی معیشت جیسی لعنتوں کے تحفے دیئے جس ملک کی 70 فیصد آبادی کو پینے کا پانی میسر نہ ہو وہاں حکومتوں کو اقتدار میں رہنے کا کوئی حق نہیں انہوں نے کہاکہ نظام زکوۃ وعشر پر مبنی اسلامی معیشت کو سودی معیشت کی جگہ نافذ کیاجائے انہوں نے کہاکہ اسلام کے نظام عدل پر مبنی قوانین ہی اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ سنگین جرائم کے مرتکب افراد کو فوری طور پر سزا دے کر انصاف کے تقاضے پورے کئے جاسکیں ظلم پر صرف عدل سے ہی قابو پایا جاسکتا ہے انہوں نے حکومت کو خبردار کیاکہ وہ اسلام دشمن قوتوں کے بہکاوے میں آنے کی بجائے فوری طورپر ملک میں قرآن و سنت پر مبنی نظام نافذ کریں تمام ارکان پارلیمنٹ نفاذ اسلام کی سعادت حاصل کریں اور اسکی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں انہوں نے کہاکہ امریکہ نے افغانستان اور سوڈان پر وحشیانہ حملے کر کے بزدلی کا مظاہرہ کیا ہے امریکہ نے بین الاقوامی دہشت گردی کا مظاہرہ کیاہے اور اب اس کے شہریوں کو کسی جگہ پناہ نہیں ملے گی امریکی حملوں سے مسلمانوں کی غیرت کو تقویت ملی ہے اور اب روس کی طرح امریکہ کے بھی ٹکڑے ہوجائیں گے انہوں نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ طالبان کی معاونت سے بین الاقوامی مسلم اتحاد کی بنیاد رکھیں' پاکستان کو اس مجوزہ اتحاد میں مسلم ریاستیں بھی شامل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس مسلم اتحاد میں شامل ممالک اپنی ایک الگ دولت مشترکہ تشکیل دیں جو یورپ اور امریکہ سے اپنا سرمایہ نکال کر انٹرنیشنل مسلم بنک میں جمع کروائیں جس سے تمام مسلم ممالک میں بلا سود بنک کاری کو فروغ دیا جاسکے ہے انہوں نے کہاکہ مسلم ممالک کامشترکہ دفاع وقت کی اہم ضرورت ہے جس کے تحت ایک مسلم ملک پر حملہ عالم اسلام پر حملہ تصور کیا جائیگا' انہوں نے کہاکہ ہم سرپرکفن باندھ کرنکلے ہیں اور انشاء اللہ اب وطن میں اسلام نافذ کروا کے ہی رہیں گے۔انہوں نے کہاکہ نفاذ شریعت کے سلسلے میں ہم نواز شریف کی حمایت کرتے ہیں کہ وہ شریعت نافذ کرے اور ساتھ ہی مطالبہ کرتے ہیں کہ ایک علماء باڈی بنائی جائے اور ہر قانون یہی باڈی پاس کرے کیوں کہ موجودہ سیاست دان تو اسلام کی "ا" "ب" سے واقف نہیں ہیں انہوں نے کہاکہ ایک دفعہ میں سابق صدر سے ملا تو انہوں نے قرآن شریف کی آیت

غلط پڑھی سابق وفاقی وزیر نے راولپنڈی میں میرے سامنے سٹیج پر کلمہ طیبہ غلط پڑھا' اور پنجاب کے گورنر نے سٹیج پر آیات غلط پڑھیں جو لوگ اسلام اور قرآن سے نابلد ہوں وہ اسلامی قانون کس طرح نافذ کرسکتے ہیں انہوں نے کہاکہ اگر حکمرانوں نے اپنے مفاد کی خاطر اپنی پسند کی شریعت نافذ کی تو ہم انہیں کامیاب نہیں ہونے دیں گے انہوں نے کہاکہ آئین کی شق 239 سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ ہم آئین اور اس نظام کو مانتے ہی نہیں۔ سی ٹی بی ٹی سے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے امیر اکرم اعوان نے کہا کہ امریکہ نے خود دستخط نہیں کئے وہ دوسروں سے کیسے کروا سکتا ہے آخر میں امیر مولانا محمد اکرم اعوان نے دعا کروائی

تنظیم الاخوان کا جلسہ اور حکومت کی ذمہ داریاں

تحریر۔ محمد اسلم

گزشتہ روز تنظیم الاخوان کا ایک بہت بڑا اجتماع موچی دروازہ لاہور میں منعقد ہوا ایک محتاط اندازے کے مطابق اس جلسہ میں بیس ہزار کے قریب افراد نے شرکت کی جن میں چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے افراد شامل تھے' موچی دروازہ لاہور میں پچھلے دس سالوں کے دوران اس سے بڑا جلسہ نہیں ہوا' یہ تنظیم الاخوان کا فیصل آباد کے 23 اکتوبر 97ء کے بعد پہلا بھرپور جلسہ تھا اجتماع کی اہم بات یہ تھی کہ تمام لوگوں نے موت کی بیعت کی یعنی نفاذ اسلام کے لئے اپنی گردنیں تک کٹوا دینے کا عہد کیا۔

تنظیم الاخون کے امیر مولانا محمد اکرم اعوان نے جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کہاکہ۔

''ہم ملک میں شریعت نافذ کریں گے' یا اپنی گردنیں کٹوا دیں گے اب کسی فاسق وفاجر کو ملک پر حکومت نہیں کرنے دیں گے۔ انہوں نے مطالبہ کیاکہ قرآن وسنت کو سپریم لاء کے بجائے ملک کا واحد قانون بنایا جائے اور ہم امریکہ کو خبردار کرنا چاہتے ہیں کہ مسلمان صرف اپنے خدا کو سپرپاور تسلیم کرتے ہیں انہوں نے کہاکہ اسلام ہی پاکستان کا مقدر ہے اگر قیام پاکستان کے وقت سے ہی ملک میں اسلام نافذ کر دیا جاتا تو مشرقی پاکستان کبھی الگ نہ ہوتا ملک میں موجودہ نظام ظلم پر مبنی ہے اور غلط حکمرانوں نے ایک سازش کے تحت ملکی وسائل کو لوٹا اور عوام کو گینگ ریپ' اغواء برائے تاوان' بیروزگاری' دہشت گردی' فرقہ واریت اور سودی معیشت جیسی لعنتوں کے تحفے دیئے جس ملک کی 70 فیصد آبادی کو پینے کا پانی میسر نہ ہو وہاں حکومت کو اقتدار میں رہنے کا کوئی حق نہیں انہوں نے کہاکہ نظام زکوۃ وعشر پر مبنی اسلامی معیشت کو سودی معیشت کی جگہ نافذ کیا جائے انہوں نے کہاکہ اسلام کے نظام عدل پر مبنی قوانین ہی اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ سنگین جرائم کے مرتکب افراد کو فوری طور پر سزا دے کر انصاف کے تقاضے پورے کئے جاسکیں اور ظلم پر صرف عدل سے ہی قابو پایا جاسکتا ہے انہوں نے حکومت کو خبردار کیا ہے کہ وہ اسلام دشمن قوتوں کے بہکاوے میں آنے کی بجائے فوری طورپر ملک میں قرآن و سنت پر مبنی نظام نافذ کریں تمام ارکان پارلیمنٹ نفاذ اسلام کی سعادت حاصل کریں اور اس کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں انہوں نے کہاکہ امریکہ کے افغانستان اور سوڈان پر وحشیانہ حملوں سے اس کی بزدلی کا مظاہرہ ہوا ہے امریکہ نے بین الاقوامی دہشت گردی کا مظاہرہ کیا ہے اور اب انکے شہریوں کو کسی جگہ پناہ نہیں ملے گی اور امریکی حملوں سے مسلمانوں کی غیرت کو تقویت ملی ہے اور اب روس کی طرح امریکہ کے بھی ٹکڑے ہوجائیں گے انہوں نے حکومت پر زور دیا ہے کہ وہ طالبان کی معاونت سے بین الاقوامی مسلم اتحاد کی بنیاد رکھیں' پاکستان کو اس مجوزہ اتحاد میں مسلم ریاستیں بھی شامل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس مسلم اتحاد میں شامل ممالک اپنی ایک الگ دولت مشترکہ تشکیل دیں جو یورپ اور امریکہ سے اپنا سرمایہ نکال کر انٹرنیشنل مسلم بنک میں

جمع کروائیں جس سے تمام مسلم ممالک میں بلا سود بنک کاری کو فروغ دیا جاسکتا ہے انہوں نے کہاکہ مسلم ممالک کامشترکہ دفاع وقت کی اہم ضرورت ہے جس کے تحت ایک مسلم ملک پر حملہ عالم اسلام پر تصور کیا جائیگا انہوں نے کہاکہ ہم سر پر کفن باندھ کر نکلے ہیں اور انشاء اللہ اب وطن میں اسلام نافذ کروا کے ہی رہیں گے"۔

امیر مولانا اکرم اعوان کی باتیں واضح اور دوٹوک ہوتی ہیں انہوں نے واضح کردیاکہ ہمیں اقتدار کی کوئی خواہش نہیں ہے' حکومت اسلام نافذ کردے ورگرنہ ہم اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اپنی گردنیں تک کٹوا دینے کے لئے تیار ہیں۔

مولانا محمد اکرم اعوان نے جس طرح اسلامی نظام کی تشریح بیان کی ہے اور حکومت کو جو مشورے دیئے ہیں حکومت کو چاہیے کہ وہ سنجیدگی سے ان پر غور کرے بے مقصد ہٹ دھری کو چھوڑ دے امیر تنظیم کی یہ بات بھی وزن رکھتی ہے کہ اسلام کو سپریم لاء نہیں بلکہ ملک کاواحد قانون قرار دیاجائے کہ اسلام تو بذات خود مکمل قانون ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے قانون کی ضرورت نہیں' سپریم لاء سے تو یہ تاثر ملتا ہے کہ اس کے علاوہ اور بھی قوانین ہوں گے' ہمیں امید ہے کہ حکومت تمام طبقہ ہائے فکر کی رائے کو سامنے رکھ کر ہی کوئی فیصلہ کرے گی' اور امیر مولانا محمد اکرم اعوان کی باتوں پر عمل کرے گی۔ ورگرنہ انجام اچھا دکھائی نہیں دیتا۔

آپ کی گاڑی کا محافظ

جہانگیر آٹوز

کارمرمت کا بااعتماد ادارہ

پروپرائیٹر۔ حاجی جہانگیر۔ محمد ندیم

جڑانوالہ روڈ فیصل آباد فون 710616

الحبیب جیولرز

زیورات کی خرید و فروخت کا بااعتماد ادارہ

پروپرائیٹر
محمد اجمل

ریل بازار فیصل آباد فون:۔ 615693

علماء کنونشن: مولانا محمد اکرم اعوان نے میلہ لوٹ لیا

جناب مجیب الرحمن شامی پاکستان کے نامور صحافی اور ہفت روزہ "زندگی" کے مدیر ہیں۔ 5 ستمبر کو اسلام آباد میں ہونے والے علماء کنونشن میں انہوں نے آنکھوں دیکھا حال "زندگی" میں شائع کیا ہے۔ انہوں نے علماء کنونشن پر بالکل منفرد انداز میں اپنا قلم استعمال کیا ہے جس میں تنظیم الاخوان کے امیر محمد اکرم اعوان کے خطاب کے حوالے سے بھی ذکر کیا گیا ہے۔ "المرشد" کے قارئین کیلئے یہ مضمون خصوصی طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔

مجیب الرحمن شامی

ہفتہ پانچ ستمبر، کو ہماری تاریخ میں یاد رکھا جائے گا۔ اسلام آباد نے جو منظر اس دن دیکھا' اس سے پہلے شاید ہی کبھی دیکھا ہو۔ ہزاروں کی تعداد میں علمائے کرام اور مشائخ عظام ملک بھر سے یہاں جمع ہوئے اور عظیم الشان کنونشن سنٹر میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہی۔ ہال بھی بھرا ہوا تھا اور گیلریوں میں بھی سر ہی سر تھے۔ نعرے بھی الگ رہے تھے' جوش بھی دیدنی تھا اور ہوش کو بھی رخصت ہونے کی اجازت نہ تھی۔ وہ تمام نامور علماء یہاں جمع تھے' جن کی بھاری تعداد سے منبر و محراب بخوبی واقف ہیں۔ ان میں کئی سرگرم سیاستدان تھے تو بھاری تعداد ان پر مشتمل تھی جو انتخابی سیاست کو اپنے لئے ممنوع قرار دے چکے ہیں۔ مولانا عبدالستار نیازی' پروفیسر ساجد میر' مولانا محمد اکرم اعوان' علامہ ساجد نقوی' مولانا حسن جان' مولانا ضیاء القاسمی' صاحبزادہ معین الدین آف گولڑہ شریف' خواجہ حمید الدین سیالوی' مولانا حامد سعید کاظمی' مولانا گلفام ہاشمی' مولانا عبدالرحمان اشرفی' مولانا فضل الرحیم' مولانا محمد حنیف ندوی' مولانا غلام سرور قادری' ممتاز قانون دان اسماعیل قریشی اور قبائلی علاقوں کا تاج مولانا نور محمد ایم این اے سمیت جانے پہچانے حضرات کی تعداد بہت بھاری تھی۔

وزیراعظم نواز شریف نے پہلی بار علماء و مشائخ کے کسی اجتماع میں اس طرح شرکت کی کہ چار گھنٹے جم کر بیٹھے رہے۔ ایک ایک بات توجہ سے سنی۔ راجہ ظفر الحق نے استقبالیہ کلمات میں واضح کیا کہ پندرھویں ترمیم کیوں ضروری ہے ان کا کہنا تھا کہ قرار داد مقاصد کو دستور کا قابل نفاذ حصہ بنانے کے باوجود جب سپریم کورٹ نے ایک مقدمہ میں یہ فیصلہ دیا کہ یہ محض دستور کی ایک شق ہے۔ اس کی روشنی میں دوسری شقوں کا مطالعہ نہیں کیا جائے گا تو پھر قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس سے ہر طرح کا ابہام دور ہو جائے گا۔

مولانا محمد اکرم اعوان نے میلہ یوں لوٹ لیا کہ پندھوریں ترمیم کی ڈٹ کر حمایت کا اعلان کرنے کے ساتھ ساتھ واضح کیا کہ جو ارکان اسمبلی اس کی مخالفت کریں' ان کے چہرے ٹیلی ویژن پر دکھائے جائیں تاکہ عوام انہیں اچھی طرح پہچان لیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو قرآن اور سنت کی بالادستی کے خلاف ہیں۔ مولانا اعوان نے کہا کہ ہم شہادت کے لئے بے تاب ہیں۔ اسلام کے راستے میں اسے سینے سے لگالیں گے۔ ہمارے گناہ اتنے ہیں کہ شہادت کے بغیر شاید دھل ہی نہیں سکتے۔ قبائلی علاقے سے تعلق رکھنے والے مولانا نور محمد نے بھی اپنے لہجے اور انداز سے دلوں پر اثر کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ تقریروں کا نہیں میدان عمل میں کود پڑنے کا وقت ہے۔ ارکان اسمبلی پر دباؤ بڑھانے' انہیں اپنے جذبات سے آگاہ کرنے اور ہمنوا بنانے کا وقت ہے۔ قبائلی علاقوں کے ستر لاکھ لوگ اسلام کے راستے میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔

مولانا حامد سعید کاظمی نے کہا کہ کئی لوگ کہتے ہیں' نفاذ اسلام کا آئینی بل نواز شریف صاحب کو طوالت اقتدار کا بہانہ

ہے۔ میں کہتا ہوں اس بہانے بھی اگر ہمیں شریعت کی بالادستی نصیب ہو جائے تو گھاٹے کا سودا نہیں۔ ضیاء القاسمی بیماری کے سبب تقریر کرنے سے گریزاں تھے لیکن ان کے مداحوں نے اس طرح ان کا نام پکارا کہ انہیں چند الفاظ بولنے پڑے۔ انہوں نے اپنے مخصوص خطابیہ لہجے میں کہا کہ حکومت سے ہزاروں شکایات کے باوجود' سپاہ صحابہ کے بہت سے رہنماؤں اور کارکنوں کی اسارت کے باوجود ہم شریعت کے معاملے میں پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اس راستے میں حکومت جو بھی قدم بڑھائے گی اس کے ساتھ ہوں گے۔

کسی شخص نے مجوزہ آئینی بل میں کسی ترمیم کا مطالبہ نہیں کیا۔ تمام شرکاء نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اس کی تائید کر دی۔ مولانا اکرم اعوان نے تو اس پر تنقید کی کہ نفاذ اسلام کے لے دو تہائی اکثریت کی شرط کیوں لگائی جا رہی ہے؟ جب وزیراعظم نے انہیں بتایا کہ بل میں ایسی کوئی بات نہیں' یہ تو اسلامی احکامات کو سادہ اکثریت سے نافذ کرنے کا راستہ بناتی ہے' تو انہوں نے اس پر شدید مسرت کا اظہار کیا۔ شرکاء نے بعض مواقع پر اپنے اپنے گروپ کے حق میں نعرے بھی لگائے لیکن بحیثیت مجموعی ماحول سنجیدہ رہا۔ اس پر وحدت اور اتحاد کا رنگ غالب تھا۔

طالبان اور افغانستان بھی زیر بحث آئے اور مولانا محمد اکرم اعوان نے انہیں تنقید کا نشانہ بنانے والوں کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ انہیں اس پر تعجب تھا کہ وزراء بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ پاکستان میں طالبان کا اسلام نہیں آئے گا۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان کے حالات ایسے ہیں وہاں کے مسائل اپنے ہیں۔ طالبان جانیں اور ان کا ملک جانے' لیکن انہوں نے امن وامان تو قائم کر دیا ہے۔ کیا پاکستان میں اسلام آیا تو بدامنی رہے گی' ڈاکے اور چوریاں رہیں گی' قتل وغارت کا بازار گرم رہے گا؟ آخر مطلب کیا ہے کہنے والوں کا۔ اس موقع پر بعض حاضرین نے طالبان کے حق میں پرجوش نعرے بھی لگائے۔

اب ملاحظہ ہوں جناب نواز شریف کی تقریر کے چند اقتباسات

میں اسلام اور عوام کا ایک ادنٰی خادم ہوں۔ اسلام میرا عقیدہ' میری آرزو' میری دنیا' میرا دین' اور میری منزل ہے۔ اسلام میرے لئے کسی سیاسی ہتھکنڈے اور مطلب براری کا ذریعہ نہیں۔ اللہ تعالٰی نیتوں کا حال جانتا ہے اور میں اسے گواہ بنا کر پورے یقین اور پورے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میری نیت نیک ہے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ کامیابی ہمارے قدم چومے گی اور ہم اسلام کے چراغ کے ذریعے اپنے اندھیروں کو روشن کرکے رہیں گے مظلوم عوام کے دن بدل کر رہیں گے۔ انہیں انصاف دلا کر رہیں گے ظالموں کے ہاتھ ٹوٹ جائیں گے' اور ان کی گردنیں پکڑی جائیں گی ان کا ماتھا زمین پر رگڑا جائے گا۔ (انشاء اللہ)

اسلام ہمارے لئے فرقہ بندی اور کج بحثی کے دروازے نہیں کھولتا۔ اسلام ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے نہیں لڑاتا۔ اسلام کلمہ گوؤں کے خلاف کفر کے فتوے لگانے کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلام تقسیم کرنے کا نہیں' جمع کرنے کا نام ہے۔' نفرتوں کا نہیں محبتوں کا پیغام ہے۔ پست کو بلند کرنے کا نام ہے۔ زیر دستوں کو بالادست کرنے کا نام ہے۔ غریبوں' یتیموں' بیواؤں اور بے نواؤں کے سر پر ہاتھ رکھنے اور ان کے زخموں پر مرہم رکھنے کا نام ہے۔ رسول اکرمﷺ نے جب اعلان نبوت کیا اور کفار مکہ کو دعوت کا آغاز کیا' تو ان کی مخالفت کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ روسائے قریش کو اپنے اعزازات اور اپنے ٹھاٹھ باٹھ خطرے میں نظر آئے۔ کسی نے ابوجہل سے پوچھا کہ تمہیں آخر محمدﷺ سے شکایت کیا ہے' تو اس نے فوراً'' کہا اس نے ہمارے رذیلوں کو ہمارے برابر کھڑا کر دیا ہے۔ ہمارے کم تروں کو ہمارے ساتھ بٹھا دیا ہے یعنی دولت' رنگ' نسل' زبان کے بت توڑ کر ایک خدا کے بندوں کو ایک سمجھنے کا نام ہی اسلام ہے۔

برادرانِ اسلام!

اسلام سے پہلے جزیرہ نمائے عرب کے حالات کو ذہن میں تازہ کیجئے۔ وہ کون سی برائی تھی جو عربوں میں نہیں تھی۔ ان کا معاشرہ بدترین کہا جا سکتا تھا لیکن اسلام نے چند سالوں ہی میں منظر تبدیل کر کے رکھ دیا۔ مدینے کی وہ چھوٹی سی بستی جو آج مسجد نبوی کے احاطے میں سمٹ چکی ہے۔ چند ہی ہزار افراد پر مشتمل تھی لیکن جب ان لوگوں نے اسلام کو اپنا آقا بنا لیا۔ اللہ کے لئے خاص ہو گئے تو ان کی سلطنت کی حدود کا اندازہ لگانا دشوار تھا۔ دنیا کی وہ کون سی نعمت تھی جو ان کے قدموں پر ڈھیر نہیں ہو گئی' اور دنیا کی وہ کون سی سپر پاور تھی جس کو ان کے گھوڑوں نے روند نہیں ڈالا!

حضراتِ ذی وقار!

آج ہماری تمام برائیوں کا علاج اور ہمارے تمام مسائل کا حل بھی اسلام ہی کے ذریعے ممکن ہے۔ ضرورت صرف یہ ہے کہ ہم اپنی ذات' اپنی انا' اپنی اغراض' اپنے فرقے' اور اپنے حلقے کو چھوڑ کر صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے حلقہ بگوش ہو جائیں' پھر اقبال کے الفاظ میں یہ جہاں تو کیا چیز ہے لوح و قلم ہمارے ہوں گے۔

میں آپ کے سامنے وعظ نہیں کہنا چاہتا' نہ ہی کوئی لمبی چوڑی یا طول طویل تقریر کرنا چاہتا ہوں۔ میں تو صرف یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ الحمدللہ میں نے اور میرے رفقاء نے ہر طرف سے منہ موڑ کر اپنا رخ اپنے رب کی طرف کر لیا ہے۔ آئین کی پندرھویں ترمیم کا بل آپ پڑھ ہی چکے ہیں۔ اس کے مطابق قرآن و سنت پاکستان کا سپریم لاء ہوں گے۔ گویا قرآن ہمارا دستور حقیقی ہوگا۔ بندوں کے بنائے ہوئے تمام قوانین اس کے تابع ہوں گے۔

حضرات!

آج تک جو اجتماعات ہوتے رہے ہیں' اور آپ سے جو ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں' ان میں مطالبہ کرنے والے آپ ہوتے تھے۔ آج صورتحال مختلف ہے' آج میں آپ سے مخاطب ہوں تو منظر بدل چکا ہے۔ جو کچھ آپ کہتے تھے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم نے اسے پورا کر دیا ہے۔ اللہ کے راستے پر ٹھوس اقدامات کر دیئے ہیں اب میرا آپ سے مطالبہ ہے کہ اٹھئے' اور پورے ملک میں پھیل جایئے۔ اٹھیے اور اپنے حصے کا کام کیجئے۔ تعلیم اور تربیت کا اہتمام کیجئے۔ اٹھیے اور مہم چلایئے' اٹھیے اور تحریک اٹھایئے تاکہ رکاوٹیں ڈالنے والے گھروں میں دبک جائیں۔ بے حوصلہ ہو جائیں' دل شکستہ ہو جائیں' اور توبہ کی توفیق حاصل کرلیں۔ اب یہ آپ کا امتحان ہے میں اور حکومت کی ساری مشینری' ساری طاقت اور سارے وسائل آپ کے ساتھ ہیں۔ اب فکری قیادت آپ کو سنبھالنی ہے۔ رہنمائی آپ کو کرنی ہے۔ اتحاد یگانگت اور بھائی چارے کی فضا آپ کو پیدا کرنی ہے۔ اقلیتوں اور خواتین کے بعض گروہوں کے خدشات آپ نے دور کرنے ہیں۔ ان کے دل آپ نے جیت کر دکھانے ہیں۔ اقلیتوں کو خاص طور پر شریک سفر کرنا ہے۔ آئینی ترمیم کی منظوری کو ہر گھر اور ہر دل کی آواز آپ نے بنانا ہے۔ یاد رکھیئے! خدانخواستہ یہ وقت ضائع کر دیا گیا تو ہم سب خسارے میں رہیں گے۔ اس دنیا میں بھی اور اس دنیا میں بھی۔

بزرگانِ محترم!

پہلے آپ اہل اقتدار کا گریبان پکڑتے تھے کہ وہ اسلام کو نافذ کیوں نہیں کرتے۔ آج میں آپ کا دامن پکڑ رہا ہوں۔ آیئے ہم اور آپ مل کر اس انقلاب کی بنیاد رکھ دیں جس کے بغیر ہمارے کمزور طاقتور اور طاقتور کمزور نہیں ہو سکتے۔

آئین کی ترمیمی بل کے ایک ایک لفظ پر آپ غور کیجئے۔ اس میں ترمیم کرنے کی ضرورت ہو تو اسے بھی تجویز کیجئے۔ پہلی بار ہم نے اسلامی احکامات کو نافذ کرنے کا ایک طریق کار وضع کیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو وفاقی حکومت کی ذمہ داری

بنایا ہے۔ اس کو زیادہ بہتر اور زیادہ موثر بنانے کے لئے میں آپ کی تجاویز کا خیر مقدم کروں گا۔

بعض لوگوں نے اسلامی احکامات کے حوالے سے مرکز اور صوبوں کے اختیارات کی بحث چھیڑنے کی کوشش کی ہے۔ اخبارات میں کئی مضامین لکھے گئے ہیں۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ صوبائی خود مختاری کا مسئلہ کیسے بن سکتا ہے؟ کیا صوبوں کا اللہ' قرآن' اور رسولؐ خدانخواستہ مختلف ہے؟ اگر نہیں یہ سب ایک اللہ' ایک قرآن اور ایک رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر مرکز سے ان کا اختلاف کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔

بزرگو' بھائیو' اور دوستو!

انشاء اللہ' آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے۔ میں قدم آگے بڑھا کر پیچھے ہٹانے والوں میں سے نہیں ہوں۔ چند ماہ پہلے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایٹمی دھماکے کرنے کی توفیق عطا فرمائی تھی۔ ہم نے ہر طرح کے لالچ کو ٹھکرا کر قوم کے بہترین مفاد میں فیصلہ کیا اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہم دنیا کی پہلی ایٹمی اسلامی مملکت ہیں۔ اسلام کے راستے سے بھی ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ کوئی مخالفت' کوئی پروپیگنڈا' کوئی حربہ' کوئی دھمکی ہمارا رخ نہیں بدل سکتی۔ استقامت اور حکمت کے ساتھ ہم اپنے معاشرے کی تعمیر نو کریں گے۔

دعائے مغفرت

سلسلہ عالیہ کے ساتھی میجر (ر) اسلم علوی (بالٹی مور امریکہ) قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے ہیں۔

سلسلہ عالیہ کے ساتھی شمس الدین (سرگودھا) کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے انتقال کر گئیں ہیں۔ ساتھیوں سے دونوں احباب کیلئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

لنگر مخدوم کا روحانی اجتماع

8 اور 9 اکتوبر کو ہوگا

ساتھی 8 اکتوبر نماز عصر تک لنگر مخدوم پہنچنے کی کوشش کریں

موسم کے مطابق سامان ہمراہ لائیں

ویزا عمرہ حاصل کیجئے

سلسلہ عالیہ کے احباب عمرہ پر جانے کے لئے رابطہ کریں ○ ہم آپ کو گروپ کی صورت میں حرمین شریفین کے سفر پر روانہ کریں گے ○ گروپ کم سے کم تین ساتھیوں پر مشتمل ہوگا' آپ جہاں بھی ہوں ہم گھر تک سروس دیں گے ○ فون کے ذریعے یا ڈاک کے ذریعہ رابطہ کریں

○ انشاء اللہ ○ ساتھیوں کیلئے رعایتی پیکج ہوگا

○ حفیظ الرحمٰن ○ العروج انٹرنیشنل ٹریولز' اکال والا روڈ' ٹوبہ ٹیک سنگھ

فون نمبرز :- 0461-2520-510559 ○ فیکس نمبر :- 0462-510559

لودھی برادرز

PSO

PSO ڈسٹری بیوٹر

ہول سیل ڈیلر

لائٹ ڈیزل' کیروسین' فرنس آئل' موبل آئل

پروپرائٹرز

شمس الرحمٰن خاں لودھی
نور الرحمٰن خاں لودھی
حفیظ الرحمٰن خاں لودھی

لال ملز چوک فیکٹری ایریا فیصل آباد فون:- 618946-624353 موبائل:- 0341-7651946

نوائے وقت
مسلسل اشاعت کے 58 سال
58 YEARS

اشاعتِ خاص

اسلام عامۃ المسلمین کی طاقت کو "جمہور" قرار دیتا ہے، جو حق پر مبنی ہو

پاکستان کے حوالے سے ہمارا تجزیہ بڑا واضح ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہاں دینی جماعتوں میں کوئی حقیقی اختلافات نہیں یہ اختلافات بنائے اور ابھارے جاتے ہیں اور یہ ارباب اقتدار اور خود دینی قائدین کی اپنی ضرورت بھی ہوتی ہے۔ میری دیانتدارانہ رائے ہے کہ یہ دینی جماعتیں نفاذ اسلام نہیں چاہتیں۔ بدقسمتی سے خود دینی جماعتوں کا اپنا وجود اس راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ اگر اسلامی نظام نافذ ہو گیا تو زکوٰۃ

بہتر مسلمان اور بہتر پاکستانی پیدا کرنے کے لئے قدیم اور جدید کو ملا کر طریقہ تدریس میں جدت پیدا کی۔ صقارہ اکیڈمی کے نام سے اس پبلک اسکول کی بنیاد رکھی۔ یہاں سائنس بھی ہے کمپیوٹر بھی اور اس کے ساتھ ساتھ دینی شعور بھی۔ آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ راولپنڈی ایجوکیشن بورڈ میں پہلی دس پوزیشنیں عموماً ہمارے طلبہ حاصل کرتے ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کے جانشین حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سب عظیم اہل علم تھے اور خلافت راشدہ کے بعد بھی ایسے حکمران آئے جو علوم عاصرہ سے آشنا تھے۔
ہمارا المیہ یہ ہے کہ مولوی حضرات علوم عاصرہ کے قریب بھی نہیں پھٹکتے چندہ برائے مسجد یا کسی دوسرے کو بتائی

دینی جماعتوں کی نظر
اسلامی نظام پر نہیں
زکوٰۃ و عشر پر ہے

تنظیم الاخوان کے امیر مولانا محمد اکرم اعوان سے ایک ملاقات

[illegible]

...ں ہیں۔ کے فکر گو ہیں۔ تو میں نے کیوں نہ ان سے ... کی توقع رکھوں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے عام آدمی کو علم ... نہیں کہ اس کا کوئی حق ہے اور کوئی فرض ہے اور اس ... کی کیا رکاوٹ ہے۔ ہمارا ابتدائی کام لوگوں میں یہی ... اور بیداری پیدا کرنا ہے میں صرف سالک کو ... حکومت و سلطنت نہیں۔ اگر یہاں اسلامی ... بن جائے اور کوئی مجھے آفر کرے کہ آپ اس کے ... بن جائیں تو میں اس طرف نہیں جاؤں گا۔ مجھے اس ... ضرورت نہیں میں جو کام کر رہا ہوں وہ اس کی نسبت ... کہیں زیادہ اہم ہے۔ میں جو کچھ ہوں اور جہاں ہوں ... روئے زمین کی سلطنت سے زیادہ عزیز ہے۔ ہم اپنے ... اپنی تنظیم کیلئے اقتدار کی جنگ نہیں لڑ رہے۔ ... اسلامی اقتدار کے لئے ہے"

...: تو کیا آپ ایک دینی جماعت ہیں؟

...: معروف معنوں میں ہم صوفیائی جماعت ہیں۔ ... کردار سازی، ذکر و اذکار اور عبادات پر ہے۔ ...

...ر جاہلوں کا حق ہے؟

... الٰہی" کا سرمایہ بھی ہوتا

... اپنا اپنا کام کر رہی ہیں۔ وہ سیاست میں بھی حصہ ... اور دو چار سیٹیں بھی حاصل کر لیتی ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں ... نظام کا حصہ بن کر اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا یہ ممکن ... کہ آپ جس نظام سے مفادات اور مراعات حاصل ... ہیں اس کو تبدیل کرنے پر ... بھی تل جائیں۔ ... کسی وسیع رعوطل عمارت میں ایک کمرہ بھی لے لیا ... گرانے کی باتیں بھی کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں ... مروجہ نظام میں اسلام کا پیوند لگانے سے کام نہیں چلے

...: اس وقت "دینی سیاسی" جماعتوں میں جماعت ... کی بہت اہم ہے اور "خالص دینی" جماعتوں میں تبلیغی ... ۔ آپ سے ان پر تبصرہ کرنے کے لئے کہا جائے تو ...؟

...: میرے دل میں باقی دینی جماعتوں کی طرح ان دونوں ... کی بھی قدر ہے آپ نے ان پر تنقید و تبصرہ کے لئے کہا ... تو میں یہ کہوں گا کہ فوری تعمیر سیرت کیلئے جماعت اسلامی ... عرصے سے کام کر رہی ہے لیکن یہ کوئی نمایاں کامیابی ... نہیں کر سکی۔ میں پوری دیانتداری سے سمجھتا ہوں ... جماعت کے پاس "ذکر الٰہی" کا سرمایہ بھی ہوتا تو یہ ... بہت پہلے ہو چکا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت اسلامی کو جو ... دیا جو انسان دیا جس پائے کی قیادت اسے نصیب ہوئی ... جس طرح کی تنظیم بنانے میں کامیاب ہو گئی یہ تمام ... مثالی ہیں۔ ان میں کہیں کوئی کمی یا جھول نظر نہیں آتا ... کون سی کڑی ناپید ہے کہ یہ نصف صدی سے زائد ... میں بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکی۔ میں سمجھتا ہوں ... ان کی عقل اور دماغ نے تو حقیقت پالی لیکن دلوں کے

[illegible]

انٹرویو: امیر تنظیم الاخوان

روزنامہ نوائے وقت

رؤف طاہر

تصوف کے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ طریقت مولانا محمد اکرم اعوان روایتی پیر نہیں۔ خوشاب اور چکوال کے درمیان پہاڑ کی سنگلاخ چوٹی پر واقع منارہ گاؤں میں ان کا آبائی پیشہ زراعت ہے لیکن وہ خود افراد کے اذہان وقلوب میں تزکیہ وطہارت کے بیج بوتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے دلوں کی وادی میں یہ فصل لہلہانے لگتی ہے۔ ان کا نظام تزکیہ وتربیت پاکستان کے اکثر شہروں اور قصبات تک پھیلا ہوا ہے۔ بیرون ملک بھی ان کے حلقہ ہائے احباب منظم ہیں۔ فروری 1984ء میں حضرت مولانا اللہ یار خان کی وفات کے بعد مولانا محمد اکرم اعوان ان کی جگہ شیخ طریقت قرار پائے اور پھر صوفیا کی اس تحریک کو "الاخوان" کے نام سے منظم کرکے میدان عمل میں لی آئے اور یوں انہوں نے تصوف کو خانقاہ کی گوشہ نشینی سے نکال کر مسلمان کی عملی زندگی کی اصلاح کا طریقہ بنا دیا۔ ان کے خیال میں فرد کی ذاتی اصلاح کوئی طویل المیعاد منصوبہ نہیں۔ وہ تصوف کو "ون ٹچ سسٹم" قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صدق دل کے ساتھ کسی کو ایک مجلس ذکر بھی نصیب ہو جائے تو اس کی سوچ کے زاویئے بدل جاتے ہیں۔ یہ کوئی لمبا پراسیس نہیں کہ انسان پندرہ بیس سال ذکر واذکار' اور اوراد و وظائف اور چلہ کشی میں مصروف رہے۔ وہ معاشرے کی اصلاح کے لئے فرد کی اصلاح کو بنیادی جزو سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر شخص اپنی اصلاح کرے' علم حاصل کرے اور پھر میدان میں اترے۔ وہ فرد کی داخلی تبدیلی کے بغیر خارجی تبدیلی کے قائل نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جو شخص اپنے باطن کو بدلنے میں کامیاب ہو جائے وہ پھر ظاہر کی تبدیلی کے لئے بھی کمربستہ ہو جائے گا۔ وہ جس انقلاب کے علمبردار ہیں اس کا آغاز انسان کی اپنی ذات سے ہوتا ہے۔

وہ چیزوں کو مکمل طور پر قبول یا کلی طور پر مسترد کرنے کی بجائے اعتدال وتوازن کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ جنرل ضیاء الحق کے متعلق ان کا خیال ہے کہ دنیا کی کسی اور قوم کو اس جیسا نظریاتی بندہ مل جاتا تو وہ چند برسوں میں اس سے اتنا کام لے لیتی جو صدیوں کے لئے کافی ہوتا۔ ان کے خیال میں ہمارے دینی طبقے کے لوگ اچھے' مخلص اور نیک ہیں' لیکن وہ حکمت سے کام نہیں لیتے۔ چنانچہ وہ ضیاء الحق کو بھی صحیح طور پر استعمال نہ کر سکے ان سے کام نہ لے سکے۔

اسی طرح ذوالفقار علی بھٹو کے متعلق ان کا کہنا ہے کہ مرحوم میں بڑی خوبیاں تھیں وہ اپنی دھن کے پکے تھے عالمی سیاست پر بھی ان کی گہری نظر تھی اور آخری زمانے میں ان کے اندر ایک خوشگوار تبدیلی بھی رونما ہو رہی تھی لیکن جس حلقے نے ان کے گرد دیوار بنا رکھی تھی اس نے انہیں اس سمت میں آگے نہ بڑھنے دیا۔ انہیں قلق ہے کہ ہمارے اسلامی طبقے نے بھٹو کی "افادیت" کو محسوس نہ کیا اور وہ ان کے متعلق "ون سائیڈڈ" ہی رہے۔

گزشتہ روز ایک ملاقات میں ان سے مختلف امور پر گفتگو رہی۔

س:۔ تنظیم الاخوان کے متعلق بتایئے' یہ سیاسی جماعت ہے' دینی تحریک ہے یا کوئی سماجی تنظیم ہے؟

ج:۔ دیکھیں جناب! ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس وقت سارا مسئلہ حقوق وفرائض میں عدم توازن کا پیدا کردہ ہے آپ ضابطہ الٰہی کے مطابق اس عدم توازن کو ختم کر کے حقوق وفرائض میں توازن کا اہتمام کر دیں' سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ آپ دیکھیں اس وقت اسلام کی مختلف تعبیریں معاشرے میں موجود ہیں کچھ لوگوں کے خیال میں اسلام بس سخت قسم کی

سزاؤں کا نام ہے جن کے نفاذ سے معاشرہ امن وسکون سے مالا مال ہو جائے گا۔ بعض لوگ ان سزاؤں کو وحشیانہ قرار دیتے ہیں۔ کچھ لوگ پوری نیک نیتی کے ساتھ سمجھتے ہیں کہ محض صلوۃ اور زکوۃ کمیٹیوں کے قیام سے اسلامی نظام کے تقاضے پورے ہوجائیں گے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ زندگی کے وسائل کی عدل وانصاف کے مطابق تقسیم اسلام کی اصل روح ہے تاکہ کوئی شہری ان میں اپنے جائز حصے سے محروم نہ رہے۔ یہ عادلانہ تقسیم اسلامی معیشت ہی سے ممکن ہے۔ عدل اگر ہے تو صرف اور صرف اسلام کے اندر ہے' اس کے باہر نہیں۔ "الاخوان" اس کے عملی نفاذ کی جدوجہد کا نام ہے۔

س:۔ تو گویا یہ ایک سیاسی جماعت ہے؟

ج:۔ یہ معروف معنوں میں سیاسی جماعت نہیں سیاسی جماعتیں کچھ نعرے لگاتی ہیں اور ان کی تکمیل کے لئے اقتدار کو اپنی منزل ٹھہراتی ہیں یہ الگ بات ہے کہ برسراقتدار آنے کے بعد وہ ان پر کس حد تک پورا اترتی ہیں ہماری کوشش یہ ہے کہ اسلام کا یہ عادلانہ نظام نافذ ہو خدا کسی حکمران کو یہ توفیق دے تو الحمدللہ ہم اس کے ساتھ ہیں اور اگر ہمیں یہ کارخیر انجام دینا پڑتا ہے تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں۔

س:۔ اس کے لئے آپ کا لائحہ عمل؟

ج:۔ دیکھیں جی! ہم سب کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ اس "کارخیر" بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں اس فرض عین کے جتنے مکلف ہم ہیں باقی تمام مسلمان بھی اتنے ہی مکلف ہیں سب اللہ کے بندے اور اس کے آخری نبیؐ کے کلمہ گو ہیں۔ تو میں کیوں نہ ان سے نیکی کی توقع رکھوں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارے عام آدمی کو علم ہی نہیں کہ اس کا کوئی حق ہے اور کوئی فرض ہے اور اس کی راہ میں کہاں رکاوٹ ہے۔ ہمارا ابتدائی کام لوگوں میں یہی شعور اور بیداری پیدا کرنا ہے میں صاف صاف کہہ دوں کہ میرا شعبہ حکومت وسلطنت نہیں۔ اگر یہاں اسلامی ریاست بن جائے اور کوئی مجھے آکر کہے کہ آپ اس کے سربراہ بن جائیں تو میں اس طرف نہیں جاؤں گا۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے جو کام کر رہا ہوں وہ اس کی سربراہی سے کہیں زیادہ اہم ہے۔ میں جو کچھ ہوں اور جہاں ہوں مجھے یہ جگہ روئے زمین کی سلطنت سے زیادہ عزیز ہے۔ ہم اپنے لئے یا اپنی تنظیم کے لئے اقتدار کی جنگ نہیں لڑ رہے۔ ہماری جدوجہد اسلامی اقدار کے لئے ہے"

س:۔ تو کیا آپ ایک دینی جماعت ہیں؟

ج:۔ معروف معنوں میں ہم صوفیا کی جماعت ہیں۔ ہمارا اصل زور کردار سازی' ذکر اذکار اور عبادات پر ہے۔ دینی جماعتیں اپنا اپنا کام کر رہی ہیں۔ وہ سیاست میں بھی حصہ لیتی ہیں اور دو چار سیٹیں بھی حاصل کر لیتی ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ کسی نظام کا حصہ بن کر اسے تبدیل نہیں کیا جا سکتا یہ ممکن نہیں کہ آپ جس نظام سے مفادات اور مراعات حاصل کرتے ہیں اس کو تبدیل کرنے پر بھی تل جائیں۔ آپ نے کسی وسیع وعریض عمارت میں ایک کمرہ بھی لے لیا اور پھر اسے گرانے کی باتیں بھی کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ مروجہ نظام میں اسلام کا پیوند لگانے سے کام نہیں چلے گا۔

س:۔ اس وقت "دینی سیاسی" جماعتوں میں جماعت اسلامی بہت اہم ہے اور "خالص دینی" جماعتوں میں تبلیغی جماعت۔ آپ سے ان پر تبصرہ کرنے کے لئے کہا جائے تو۔۔۔۔۔۔؟

ج:۔ میرے دل میں باقی دینی جماعتوں کی طرح ان دونوں جماعتوں کی بھی قدر ہے آپ نے ان پر نقد ونظر کے لئے کہا ہے تو میں یہ کہوں گا کہ فرد کی تعمیر سیرت کے لئے جماعت اسلامی ایک عرصے سے کام کر رہی ہے لیکن یہ کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہیں کر سکی۔ میں پوری دیانتداری سے سمجھتا ہوں کہ اگر جماعت کے پاس "ذکر الٰہی" کا سرمایہ بھی ہوتا تو یہ کام بہت جلد ہو چکا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت اسلامی کو جو ذہن دیا جو انسان دیا جس پائے کی قیادت اسے نصیب ہوئی اور یہ جس طرح کی تنظیم بنانے میں کامیاب ہوگئی یہ تمام باتیں مثالی ہیں۔ ان میں کہیں کوئی کمی یا جھول نظر نہیں آتا۔ آخر کون سی کڑی ناپید ہے کہ یہ نصف صدی سے زائد عرصے میں بھی کامیابی حاصل نہیں کر سکی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی عقل اور دماغ نے تو حقیقت پالی لیکن دلوں

کے اندر وہ جذب وکیف وہ طاقت اور صلاحیت پیدا نہ ہو سکی جو صرف ذکر الٰہی سے پیدا ہوتی ہے یہ ہماری بد قسمتی ہے کہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم نے ذکر کے فضائل اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں بڑی تفصیل سے بیان تو کر دیئے لیکن جماعت کے اندر عملاً" اس کا اہتمام نہ ہو سکا۔ اگر جماعت اسلامی میں یہ وصف بھی پیدا ہو جاتا تو آج شاید کسی اور تنظیم کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ آپ نے تبلیغی جماعت کے متعلق بھی پوچھا۔ تو میں عرض کروں گا کہ یہ مخلص اور دیندار لوگوں کی فعال جماعت ہے مسلمانوں کو برائیوں سے بچانے اور نیکی کی طرف راغب کرنے میں اس کا اہم کردار ہے اور اس کے لئے اس کا طریقہ کار بھی موثر اور پریکٹیکل ہے۔ رائے ونڈ میں ان کے اجتماعات تعداد کے لحاظ سے بھی بڑے موثر ہوتے ہیں۔ یہ نمازیں پڑھتے ہیں تسبیح کرتے ہیں۔ چلّے کاٹتے ہیں گلی گلی گھر گھر تبلیغ کرتے ہیں مگر شاید انہوں نے معاشرے کی سماجی وسیاسی خرابیوں کو اجتماعی طریقے سے روکنا اپنے نصاب میں شامل نہیں کیا میرا مطلب یہ نہیں کہ یہ ابھی اسلحہ اٹھالیں اور حکومتوں کو گرانے کے درپے ہو جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع کے لوگ اگر تسبیح پڑھتے اپنے بستر اور مصلے کندھوں پر اٹھائے اسلام آباد کی طرف چل پڑیں تو جابر سے جابر حکمران بھی اطاعت دین پر مجبور ہو جائے۔

س:۔ آپ تبدیلی کے لئے پرامن طریقے کی حمایت کرتے ہیں یا "مجروطاقت" کے استعمال کی؟

ج:۔ ان دو عشروں میں ہمارے پڑوس میں دو تبدیلیاں آئیں ایک ایران میں' جہاں دور حاضر کی ایک بے مثال عوامی تحریک برپا ہوئی لیکن یہ اس لحاظ سے پرامن تھی کہ تحریک اٹھانے اور چلانے والے قطعاً" پرامن تھے۔ اس میں اگرچہ طاقت استعمال ہوئی لیکن یہ عوام کی طرف سے نہیں بلکہ حکومت کی طرف سے تھی اور بالآخر ریاستی جبروتشدد نے پرامن اور نہتے عوام کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے۔ دوسری تبدیلی افغانستان میں آئی ہے جہاں سوویت یونین اور اس کی پٹھو انتظامیہ کے خلاف ہتھیار اٹھائے گئے اور اس کے بعد بدقسمتی سے مجاہدین کے مختلف گروہ آپس میں برسرپیکار ہو گئے۔ مجھے خطرہ ہے کہ پاکستان میں تبدیلی کے لئے طاقت پر بھروسہ کیا گیا تو ہم افغانستان جیسے حالات سے دوچار ہو جائیں گے خدا ہمیں ان برے دنوں سے بچائے۔ پاکستان کے حوالے سے ہمارا تجزیہ بڑا تلخ ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہاں دینی جماعتوں میں کوئی حقیقی اختلافات نہیں یہ اختلافات بنائے اور ابھارے جاتے ہیں اور یہ ارباب اقتدار اور خود دینی قائدین کی اپنی ضرورت بھی ہوتی ہے میری دیانتدارانہ رائے ہے کہ یہ دینی جماعتیں نفاذ اسلام نہیں چاہتیں۔ بدقسمتی سے خود دینی جماعتوں کا اپنا وجود اس راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ اگر اسلامی نظام نافذ ہو گیا تو زکوۃ عشر' قربانی کی کھالیں' عطیات وصدقات یہ سب چیزیں اسلامی فلاحی ریاست' اسلامک ویلفیئر سٹیٹ لے جائے گی اور ہماری دینی جماعتیں اسی" انجام" سے بچنا چاہتی ہیں۔

س:۔ یہ آپ بڑی سخت بات کہہ رہے ہیں؟

ج:۔ (ہنستے ہوئے) میں بھی سمجھتا ہوں کہ یہ بڑی سخت بات ہے جو میں کہہ رہا ہوں مجھے یہ بھی احساس ہے کہ اس کا ردعمل کتنا سخت ہو سکتا ہے لیکن کیا وہ وقت ابھی نہیں آیا جب ہم دیانت دار اور صاف گو ہو جائیں کیا ہم ساری عمر خود کو اور دوسروں کو بھی دھوکہ دیتے رہیں گے۔

س:۔ پاکستانی معاشرے' خصوصاً" نظام تعلیم میں جدید اور قدیم کی تقسیم کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

ج:۔ انگریز کی آمد سے قبل' جب تک برصغیر میں مسلمان حکمران ہے' اس سرزمین پر یہ تقسیم نہیں تھی۔ ایک ہی قسم کے تعلیمی ادارے تھے جن میں جدید اور قدیم کی تقسیم نہیں تھی۔ انگریز نے برصغیر پر قبضے کے بعد یہاں اپنے ادارے بنائے۔ دوسری طرف علماء کرام نے بڑی محنت سے اپنے الگ ادارے بنا لئے۔ قیام پاکستان کے بعد اولین ضرورت جدید اور قدیم کی اس تقسیم کے خاتمے کی تھی لیکن بدقسمتی سے اس طرف توجہ نہ دی گئی۔ دینی ادارے اپنی قدامت پسندی کے اتنے اسیر ہو چکے ہیں اور جدید علوم سے اتنے دور کہ انہوں نے ہر "جدت" کو کفر سمجھا۔ دوسری

طرف جدید تعلیمی اداروں نے ہر "قدامت" کو مسترد کر دیا اور آج پچاس سال بعد بھی صورت حال یہ ہے کہ یہ دونوں طبقے ایک دوسرے سے نفرت کرتے ہیں اور پوری دیانتداری کے ساتھ ایک دوسرے کو موجودہ تباہی کا ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ ہم جدید اور قدیم کی اس خلیج کو کم کرنا چاہتے ہیں ان کے درمیان پل بننا چاہتے ہیں۔ ہم نے ضیاء الحق دور میں انہیں ایک تعلیمی منصوبہ بنا کر دیا انہوں نے اسے حکومتی ماہرین کے سپرد کر دیا جو خود "جدید اداروں " کے فارغ التحصیل تھے۔ انہوں نے اسے ناقابل عمل قرار دیکر مسترد کر دیا۔ چنانچہ ہم نے اسے ایک چیلنج سمجھتے ہوئے وسائل کی کمی کے باوجود سکول کی سطح تک ایک ماڈل نظام تعلیم قائم کیا۔ بہتر مسلمان اور بہتر پاکستانی پیدا کرنے کے لئے قدیم اور جدید کو ملا کر طریقہ تدریس میں جدت پیدا کی۔ صقارہ اکیڈمی کے نام سے اس پائلٹ پراجیکٹ کی بنیاد رکھی۔ یہاں سائنس بھی ہے کمپیوٹر بھی اور اس کے ساتھ ساتھ دینی شعور بھی۔ آپ کو یہ جان کر خوشی ہو گی کہ راولپنڈی ایجوکیشن بورڈ میں پہلی دس پوزیشنیں عموماً" ہمارے طلبہ حاصل کرتے ہیں۔

س:۔ لیکن یہاں کے فارغ التحصیل نوجوان عملی زندگی میں جاکر نمک کی کان میں نمک بن جاتے ہوں گے؟

ج:۔ نہیں ایسا نہیں ہوتا ہمارے لوگ جہاں بھی گئے انہوں نے وہاں نمک بننے کی بجائے تبدیلی پیدا کی اور اپنا نقش قائم کیا۔ میں یہاں یہ بھی کہتا چلوں کہ مولوی کو ڈاکٹر نہیں بنایا جا سکتا لیکن ڈاکٹر کو مولوی بنایا جا سکتا ہے۔ سچ بات یہ ہے کہ مولوی کو آپ کچھ اور بنا ہی نہیں سکتے۔ کچھ اور سکھا ہی نہیں سکتے۔

س:۔ گزشتہ دنوں میاں طفیل محمد (سابق امیر جماعت اسلامی) نے کہا کہ چودہ سو سالہ تاریخ میں مولوی کو کبھی اقتدار نہیں ملا؟

ج:۔ اگر تو اس سے مراد جدید علوم اور فنون حاضرہ سے ناواقف اور نابلد Typical ملا ہے تو میاں صاحب کی یہ بات سو فیصد درست ہے اور اگر اس سے مراد اہل علم ہیں تو میں یہ یاد دلاؤں گا کہ خود برصغیر میں بڑے بڑے اہل علم حکمرانی کے منصب پر فائز ہوئے یہ ایک لمبی فہرست ہے۔ چند نام بطور مثال پیش کر دیتا ہوں، شمس الدین التمش، اورنگزیب عالمگیر، ٹیپو سلطان اور ان کے والد حیدر علی، یہ سب اپنے دور کے بہترین اہل علم بھی تھے اور ان کے نظام حکومت پر بھی اس کے اثرات بہت گہرے تھے۔ میں اس سے اتفاق نہیں کرتا کہ حکومت صرف جاہلوں یا زور آوروں کا حق ہے حقیقت یہ ہے کہ حکومت حق ہی اہل علم، اہل دیانت اور اہل شعور کا ہے۔ مدینہ کی پہلی اسلامی ریاست کے سربراہ منبع علوم، حضرت محمد ﷺ تھے۔ آپؐ کے جانشین حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ سب عظیم اہل علم تھے اور خلاف راشدہ کے بعد بھی ایسے حکمران آئے جو علوم حاضرہ سے آشنا تھے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ مولوی حضرات علوم حاضرہ کے قریب بھی نہیں پھٹکتے چندہ برائے مسجد یا کسی دوسرے کو ہٹا کر مسجد پر قبضہ، ان کا مطمع نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو جدید معاشرے کے کسی بھی شعبے کے لئے تیار ہی نہیں کیا جاتا۔ ڈرائیور سے لیکر اعلیٰ افسر تک آپ نے کوئی فرد دیکھا ہو جو دینی مدرسے سے آیا ہو۔ یہاں تو یہ "جنس " تیار ہی نہیں کی جاتی۔

س:۔ فرقہ واریت اور فرقہ وارانہ جماعتوں کے متعلق آپ کیا کہیں گے؟

ج:۔ فرقہ واریت کا ہمارا گہرا مطالعہ ہے ہمارے شیخ مولانا اللہ یار خان بڑی علمی شخصیت تھے وہ برصغیر میں مانے ہوئے مناظر تھے۔ انہوں نے ہندوؤں، سکھوں اور عیسائی پادریوں سے کئی مناظرے کئے۔ انہوں نے شیعیت پر بھی بہت تحقیق کی جس سے بعد میں مولانا منظور نعمانی نے بھی استفادہ کیا۔ ہماری مسجد میں کسی شیعہ کو نہیں روکا جاتا تھا ہماری زمینوں پر بھی بڑی تعداد میں شیعہ حضرات تھے، لیکن کبھی لڑائی جھگڑے کی نوبت نہ آئی۔ فقہی اختلافات کا مطلب، تصادم نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن تصادم کے اپنے "فوائد" ہیں۔ اس سے بڑی تعداد میں فنڈز جنریٹ ہوتے ہیں اور سادہ لوح عقیدت مند سمجھتے ہیں کہ وہ دین کی خدمت کر رہے ہیں اس سے مختلف مراعات اور تحفظات کے لئے حکومت پر دباؤ ڈالنے میں بھی آسانی رہتی ہے۔ دین اسلام نے تو ہمیں

لااکراہ فی الدین کا اصول دیدیا کہ گن پوائنٹ پر کسی کا عقیدہ تبدیل نہیں کرایا جا سکتا۔ انسانوں کے لئے دو خدائی حقوق ایسے ہیں کہ جنہیں کوئی نہیں چھین سکتا۔

(1) زندگی

(2) عقیدہ

عہد نبویؐ میں کفار غلام یا قیدی بن کر آئے لیکن ان پر اپنا عقیدہ بدلنے کی کوئی پابندی نہیں تھی۔

س:۔ تو یہ جہاد کیا ہے؟

ج:۔ جہاد اہل کفر سے اسلامی عقائد منوانے کے لئے نہیں بلکہ انسانیت کو ظلم سے نجات دلانے کے لئے ہے۔ آپ تاریخ اسلام میں ایک مثال پیش نہیں کر سکتے کہ مفتوحہ قوم کو اپنا عقیدے بدلنے پر مجبور کیا گیا ہو۔ وہ اپنے غیر اسلامی عقائد پر کاربند رہنا چاہیں تو بھی ذمیوں کی حیثیت سے ان کے حقوق تھے۔ مسلمانوں نے جو فتوحات کیں جو جنگیں لڑیں وہ انسانیت کو کفر کے ظالمانہ نظام سے نجات دلانے کے لئے تھیں۔ ظلم خواہ کوئی کرے ظالم چاہے کوئی ہو' اس کا ہاتھ روکنا واجب ہے۔

س:۔ ظلم کو ہاتھ سے روکنے کو افضل ترین جہاد قرار دیا گیا ہے۔ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ظالم حکمران کے خلاف لوگ ہتھیار اٹھالیں یا اسلامی فقہ کے الفاظ میں "خروج" کے لئے نکل کھڑے ہوں؟

ج:۔ جہاں تک ہاتھ سے روکنے کا معاملہ ہے تو اس کی صورت کچھ یوں ہے کہ اگر ایک فرد ظلم کر رہا ہے اور دوسرا اسے ہاتھ سے روکنے کی پوزیشن میں ہے تو وہ ضرور یہ کارخیر انجام دے۔ جیسے باپ بیٹے کو ہاتھ سے روک سکتا ہے۔ جہاں تک ریاستی ظلم اور اس کے خلاف "خروج" کا تعلق ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ پہلے عام مسلمانوں کو حقائق سے آگاہ کیا جائے۔ عامتہ المسلمین اس کے خلاف متحد ہو جائیں تو شاید ظالم حکمران خود باز آجائے توبہ کر لے اور اپنا رویہ بدل لے۔ عامتہ المسلمین کی اسی طاقت کے لئے اسلام نے "جمہور" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ سیکولر جمہوریت اور اسلامی تصور میں فرق یہ ہے کہ یہاں اکثریت وہ ہے جو حق پر جمع ہو جائے۔ "خروج" کے لئے فقہانے بڑی سخت شرائط رکھی ہیں تاکہ سوسائٹی انارکی اور انتشار کا شکار ہو کر نہ رہ جائے۔

س:۔ پاکستان میں "خروج" کے حوالے سے آپ کیا کہیں گے؟

ج:۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان میں آئینی تبدیلی کے لئے گنجائش موجود ہے آئین کے آرٹیکل 2-A میں واضح طور پر درج ہے کہ یہاں کوئی قانون قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہو گا جو قوانین شریعت کے منافی ہیں انہیں ایک مقررہ مدت میں قرآن وسنت کی روح کے مطابق تبدیل کر دیا جائے گا۔ اسلامی نظریاتی کونسل اور شریعت بنچ ایسے تمام قوانین کا جائزہ لیکر ضروری ترامیم اور تبدیلیاں بھی تجویز کر چکے ہیں۔ اب مسئلہ ان سفارشات کے مطابق قانون سازی اور ان کے نفاذ کا ہے جب آئین میں یہ گنجائش موجود ہے بلکہ یہ عین آئینی تقاضا ہے تو معاشرے کا تانا بانا توڑنے کی بجائے تعمیر کا راستہ کیوں اختیار نہ کیا جائے۔

حکمرانوں سے بھی ہمارا رابطہ رہتا ہے اور ہم انہیں بھی یہ احساس دلاتے رہتے ہیں کہ عدل وانصاف پر مبنی اسلامی معاشرے کا قیام ان کا اسلامی فرض ہی نہیں بلکہ اس آئین کا بھی تقاضا ہے جس کے تحفظ اور پابندی کا حلف اٹھا کر وہ ان ریاستی مناصب پر فائز ہوتے ہیں۔ فاروق لغاری کے دور صدارت میں ان سے ملاقات ہوتی تھی تو ہم انہیں بھی اس طرف توجہ دلاتے تھے۔ عبوری دور میں بھی جب وہ بہت بااختیار تھے بلکہ سب اختیارات ان کی ذات میں جمع ہو چکے تھے ہم انہیں یہ یاد دہانی کراتے رہے۔ گزشتہ دنوں رفیق تارڑ صاحب نے طلب فرمایا تو میں نے ان کی خدمت میں بھی یہی عرض کیا کہ اس وقت معاشرے میں بنیادی ضرورت معاشی ہے دوائی کے لئے پیسے نہیں تعلیم کے لئے فیس نہیں' آدمی بھوک سے پیاس سے مر رہا ہو' تو آپ پہلے اس کی جان بچانے کی فکر کریں گے یا اسے نماز کی تلقین کریں گے۔ نماز' روزہ زندہ انسانوں کے لئے ہے۔ پہلے آپ انسانوں کے زندہ رہنے' انہیں ضروریات زندگی فراہم کرنے کا انتظام تو کریں۔

موجودہ سماجی واقتصادی نظام (سوشیو اکنامک سسٹم) ہمارے

اکثر وبیشتر مصائب کا ذمہ دار ہے۔ یہی نظام ہماری تمام معاشرتی معاشی اور سیاسی برائیوں کی جڑ ہے۔ یہاں لوگوں نے اپنے ملک کے ساتھ دین کے ساتھ اور اہل وطن کے ساتھ غداری کر کے انگریز سے جاگیریں حاصل کیں اور قیام پاکستان کے بعد یہی لوگ ہمارے مقدر پر مسلط رہے۔ جب تک یہ طبقہ موجود رہے گا ظلم بھی قائم رہے گا اس لئے ضروری ہے کہ ان سے جاگیریں واپس لیکر انہیں قوم کی فلاح وبہبود کے لئے استعمال کیا جائے۔ اسی طرح موجودہ سودی نظام کا خاتمہ بھی ازبس ضروری ہے۔ جب تک سود رہے گا' وسائل حقدار تک نہیں پہنچیں گے۔ سود' غریب سے لیکر طاقتور کی تجوری بھرتا ہے جبکہ اسلام میں وسائل کا بہاؤ طاقتور سے کمزور کی طرف ہوتا ہے۔

س:۔ جدید معیشت میں کونسی چیز سود ہے اور کونسی اس کی زد میں نہیں آتی۔ اس پر بھی تحقیق کی ضرورت ہے۔ مثلاً" ہمارے ہاں کے مولوی جن چیزوں کو سودی قرار دیتے ہیں سوڈان' ایران اور سعودیہ میں ان میں سے بعض چیزوں کو سود نہیں سمجھا جاتا؟

ج:۔ قرآن کا سادہ سا اصول ہے۔

(1) جہاں رقم میں نفع نقصان دونوں کا امکان ہے وہ تجارت ہے۔

(2) کسی کام میں نفع موہوم اور نقصان یقینی ہے تو وہ جوا ہے۔

(3) جہاں نفع یقینی اور نقصان موہوم ہو وہ سود ہے۔ اس معیار پر چیک کیا جا سکتا ہے کہ کونسی چیز سود ہے' کونسی چیز جوا ہے اور کیا کام تجارت ہے۔

س:۔ کیا اس وقت دنیا میں کوئی مسلمان ملک ہے جہاں سو فیصد غیر سودی نظام رائج ہو؟

ج:۔ بدقسمتی سے سرکاری طور پر تو کہیں بھی نہیں البتہ غیر سرکاری طور پر ایسے ادارے' ایسے بنک موجود ہیں جو غیر سودی بنکاری کر رہے ہیں۔ ان میں بعض بنک مڈل ایسٹ میں بھی ہیں۔ پاکستان میں مسئلہ یہ ہے کہ کوئی بنک اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک اس میں چالیس فیصد حصص نیشنل بنک کے نہ ہوں۔

س:۔ اگر ہم اندرون ملک سود ختم بھی کر لیں لیکن بیرونی قرضوں پر تو ہمیں پھر بھی سود دینا ہوگا؟

ج:۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر داخلی طور پر سود ختم کر لیں تو ہمارے پاس اتنے وسائل آجائیں گے جن سے ہم آسانی سے اپنے غیر ملکی قرضے بھی ادا کر سکیں گے اور رفتہ رفتہ ہمیں بیرونی سعودی قرضوں سے بھی نجات مل جائے گی۔ زکوۃ خیرات صدقات' عشر' قربانی کی کھالیں' یہ سب چیزیں پسماندہ لوگوں کو اوپر اٹھانے کے لئے ہیں۔ ہم نے گوجرانوالہ ڈویژن میں زکوۃ وعشر کے اعداد وشمار جمع کئے تو اندازہ ہوا کہ یہ زکوۃ وعشر واقعی جمع ہو جائے تو یہ رقم اس ڈویژن کے سرکاری اخراجات سے دس گناہ زیادہ ہوگی۔ سیالکوٹ' لاہور' فیصل آباد وغیرہ گوجرانوالہ سے بہت آگے ہیں۔ بعض علاقے اس سے پیچھے بھی ہوں گے اور یوں نہایت محتاط اندازے کے مطابق پورے ملک سے اتنا زکوۃ وعشر جمع ہو جائے گا جو ملک بھر کے انتظامی اخراجات سے کم از کم پانچ گنا ضرور زیادہ ہوگا۔

س:۔ لیکن زکوۃ وعشر کے تو اپنے مخصوص مصارف ہیں۔ کیا انہیں نظم ونسق ریاست چلانے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے؟

ج:۔ قرآن پاک میں زکوۃ وعشر کے آٹھ مصارف بیان کئے گئے ہیں مثلاً" مسافر قیدی' مریض' مقروض وغیرہ' میں گزشتہ روز ایک بہت بڑے اسلامی سکالر کی کتاب پڑھ رہا تھا انہوں نے لکھا ہے کہ بحیثیت قوم اس وقت ہم میں یہ آٹھوں "صفات" موجود ہیں۔ اس سے ایک طرف ہم اپنے داخلی وخارجی قرضوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں دوسری طرف غریبوں کے لئے روٹی' روزگار اور بیماروں کے علاج معالجے کا بندوبست بھی کیا جا سکتا ہے۔

س:۔ لیکن اس صورت میں ان دینی مدارس اور جماعتوں کا کیا بنے گا جو زکوۃ وعشر سے چلتے ہیں؟

ج:۔ دینی اداروں کو دینا سٹیٹ کی ذمہ داری ہوگی اور اس کے لئے ان کی اصل کارکردگی اور حقیقی ضروریات بھی دیکھی جائیں گی۔ ہم بڑی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ حکومت ظلم کر رہی ہے' حکومت کون ہے؟ کہاں سے آتی ہے؟ آسمانوں سے نازل ہوتی ہے؟ کسی درخت پر لگتی ہے۔ میں اور آپ حکومت ہیں۔

باقی صفحہ 49 پر ملاحظہ فرمائیں

گوجرہ میں دارالاخوت کا قیام

سبب قیام دارالاخوت

حقیقی اسلامی اقدار سے گریز اور محرومی کے باعث معاشرتی بحرانوں نے پاکستان کو مسائلستان بنا دیا ہے چنانچہ آج شرفاء کے لئے موزوں و مناسب معقول رشتوں' ناطوں کا حصول دشوار ہی نہیں بلکہ ایک سنگین مسئلہ بن چکا ہے' اندریں حالات تنظیم الاخوان کے متعدد و دیگر تعمیری و اصلاحی منصوبوں کی طرز پر ایک ذیلی ادارہ "دارالاخوت" کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

مرکز کا طریق کار

(1) اچھے رشتوں کے متلاشی خاندانوں کے مابین ان کی معاشرتی حیثیت اور ان کے بچوں کے تعلیمی اور معاشی پس منظر کو حتی الوسع ملحوظ رکھتے ہوئے تعارف کرانا۔

(2) ابتدائی مرحلے میں خواہش مند لوگوں کو مرکز سے رابطہ استوار کر کے ضروری کوائف درج کروانا ہوں گے۔

(3) ضرورت مند افراد کو مرکز کی طرف سے انہیں ضروری اطلاعات کی بہم رسانی کے لئے معقول مناسب بندوبست کرنا ہوگا۔

(4) بعد از تعارف دونوں خاندان باہمی تسلی و آمادگی کے مراحل خود طے کریں گے۔

(5) مرکز کسی قسم کی فراہمی ضمانت کی پابندی سے مستثنٰی ہوگا۔

دارالاخوت: دفتر تنظیم الاخوان' غلہ منڈی گوجرہ' فون نمبر:- 3483

سوتھ رسہ

خطاب مولانا محمد اکرم، دارالعرفان منارہ 12-7-98

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ قَدْ جَآءَ کُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ، فَجَآءَ مُحَمَّدٌ سِرَاجًا مُّنِیْرًا فَصَلُّوْا عَلَیْہِ کَثِیْرًا کَثِیْرًا

عزیزان محترم! السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

ہمارا یہ ادارہ ہمارا یہ سلسلہ اور ہماری یہ جماعت بنیادی طور پر افراد کی دینی اور روحانی تربیت کا مرکز ہے۔ دنیوی اور دینی تعلیمات کے ادارے بھی بہت ملتے ہیں لیکن باطنی، قلبی اور روحانی اصلاح کے مراکز کم ہوتے ہیں۔ جو ادارے روحانیت کے نام پہ کام کرتے ہیں ان میں بھی بیشتر موروثیت کی نذر ہو کر یا رسومات کے اسیر ہو کر اپنی اصل سے محروم ہو چکے ہیں اور عہد حاضر میں یہ جنس گراں مایہ بہت کم یاب ہو چکی ہے کہ کسی کو واقعی قلبی اور روحانی کیفیات نصیب ہوں اور ان میں اتنی قوت ہو کہ وہ اس کی عملی زندگی کو بدل سکیں اس کے حالات کو، اس کی فکر کو، اس کے ضمیر اور اس کے مزاج کو تبدیل کر سکیں۔ یہی وہ کام ہے جو انبیاء علیہ والصلوٰۃ والسلام کیا کرتے تھے اور یہی وہ کام ہے جو آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا۔ وہی عرب کے خانہ بدوش جو بدو تھے، صحرا نشین تھے، ڈاکو مشہور تھے، بت پرست مشہور تھے، دنیا کے سارے الزامات جن پر آتے تھے انہی میں سے وہ مقدس ہستیاں پیدا کیں جن کے تقدس پہ فرشتوں کو بھی حیرت ہوتی ہے اور یہ تبدیلی فرد میں تب آتی ہے جب اس کا قلب تبدیل ہوتا ہے دل کی گہرائی میں جہاں آرزو جنم لیتی ہے خواہش جنم لیتی ہے وہاں تبدیلی آتی ہے اور یہ تبدیلی اللہ کے عظیم نام اور اس کی عظیم برکات سے آتی ہے اور یہ وہ نعمت ہے جو آج بھی قلب اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے حاصل ہوتی ہے اور کوئی دوسرا مقام، کوئی دوسرا دروازہ، کوئی دوسرا فرد، کوئی دوسری ہستی نہیں ہے۔ قیامت تک جسے نصیب ہوگی اسی ایک در سے ہوگی۔ اساتذہ کرام، مشائخ حضرات وہ مقدس ہستیاں ہیں جو عمریں صرف کر کے سینہ اطہر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے برکات کو حاصل کرتی ہیں اور طالبین کے قلوب میں اور سینوں میں انڈیلتے ہیں۔

اللہ کروڑوں کروڑوں رحمتیں کرے ایسی عظیم شخصیتوں پر اور ان باسعادت نیک اور اپنی منظور نظر ارواح پر۔ اس شعبے کے لوگ ملکی سیاسیات پہ بات کریں، سیاسیات عالم پہ بات کریں، حالات وواقعات عالم کو زیر بحث لائیں تو یہ عجیب لگتا ہے۔ حالانکہ اس میں حیرت کی بات نہیں ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ صوفی اجیر ہوتا ہے یوں سمجھ لیں کہ آپ ملازم رکھتے ہیں اور ہر ملازم کسی نہ کسی کام کے لئے ہوتا ہے جیسے مالی کا کام باغبانی ہے، باورچی کا کام کھانا بنانا ہے، فراش کا کام کمرے صاف کرنا ہے ہر آدمی اپنے شعبے کا کام کرتا ہے لیکن کچھ ملازم ایسے ہوتے ہیں جنہیں اجیر کہا جاتا ہے اجیر وہ ملازم ہوتا ہے جس کا شعبہ متعین نہیں ہوتا۔ جس شعبے میں ضرورت ہو اسے وہاں لگا دیا جاتا ہے۔ صوفی بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اجیر ہوتا ہے اور صوفی کے لئے کوئی شعبہ متعین نہیں ہوتا۔ یہ اس بارگاہ کی بات ہے کہ کس وقت اس سے وہ کونسی خدمت لینا چاہتے ہیں۔ ہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ کوئی بھی صاحب حال، کوئی بھی صوفی جو واقعی صوفی ہو یعنی کوئی ایسا فرد جس کی بارگاہ نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام تک رسائی ہو اور کوئی ایسا فرد جو دوسروں کو بارگاہ نبوت علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچانے کی سکت رکھتا ہو وہ اس بارگاہ کے حکم اور اشارے کے بغیر کسی بھی طرف توجہ نہیں کرتا یہ اس کی مجبوری ہوتی ہے۔ وہ اپنی رائے کا فرد نہیں ہوتا، وہ اپنی مرضی اپنی پسند سے فیصلے کرنے سے گزر چکا ہوتا ہے۔ اسی کو فنائی الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں۔ اس کی اپنی

قوت فیصلہ' اس کا اپنا ارادہ' اس کی اپنی آرزوئیں ختم ہو چکی ہوتی ہیں اور اسے صرف وہ کرنا ہوتا ہے جو اسے بارگاہ اقدس ﷺ سے کرنے کے لئے کہا جاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے جن لوگوں کی روحانی اور قلبی اصلاح فرمائی وہ گوشہ نشین نہیں ہوئے۔ ان کی تبدیلی قلب کا فائدہ نوع انسانی کو پہنچا اور انہوں نے روئے زمین سے ظلم کا نام مٹا کر عدل قائم کر دیا۔ وہ تبدیلی جو قلبی تھی' روحانی تھی اس کے نتیجے میں اولاد آدم علیہ السلام کو' انسانیت کو یہ فائدہ ہوا کہ جو رب اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نہیں لائے تھے انہیں بھی انسانی حقوق ملے اور انصاف نصیب ہوا یہ بھی ایک فطری امر ہے مرور زمانہ نے ہمیں حقائق سے دور کر دیا اور یہ سمجھا جانے لگا کہ خانقاہی نظام گوشہ نشینی کا نام ہے۔ جنہیں اصلاح قلبی' باطنی و روحانی تعلیم اور برکات نبوی ﷺ نصیب ہوتی ہیں وہ ہمیشہ عملی زندگی میں نہ صرف خود ظلم اور زیادتی سے رک جاتے ہیں بلکہ دنیا میں ظلم کے خلاف روشنی کی کرن بن جاتے ہیں۔ تاریکیوں اور ظلمت کے خلاف نور کا ہالہ بن جاتے ہیں اور وہ عدل جو رب العلمین نے' وہ انصاف جو رسول اللہ ﷺ نے تعلیم فرمایا اس کے لئے اپنی ساری کوشش مختص کر دیتے ہیں۔

سیاسیات کا جہاں تک تعلق ہے تو ہمارے عہد میں جو سیاست رائج ہے اس کی منزل اقتدار ہے جب بھی کہیں آپ سیاست کا نام لیں گے تو سمجھ میں یہ آجائے گا کہ اس شخص کو اقتدار چاہئے کیونکہ سیاست کا مقصد اور اس کی منتہائے منزل ہی اقتدار ہے۔ دینی اعتبار سے اگر آپ سیاست کی بات کریں تو سیاست کی منزل اقتدار نہیں بلکہ اعلائے کلمۃ الحق ہے۔ سیاست کس کو کہتے ہیں؟ معاشرے میں رہنے والے لوگوں کے حقوق اور فرائض کا تعین اور اگر ان میں کوئی رخنہ ڈالے تو اس کے لئے نظام عدل' نظام عدل اور حقوق و فرائض کی نگہداشت کرنے کے لئے ایک حکومتی ادارہ' اس سارے نظام کی تعمیر کا نام سیاست ہے اور جب حاکمیت اعلیٰ اللہ کی ہو' حقوق و فرائض وہ متعین کئے جائیں جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے بتائے ہیں' نظام عدل وہ لایا جائے جو اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ نے دیا ہے تو پھر سیاست کا مقصد اقتدار نہیں سیاست کا مقصد اعلائے کلمۃ الحق اور اعلائے کلمۃ اللہ رہ جاتا ہے۔ اس اعتبار سے آج کے زمانے میں جس قدر ظلمت ہے جس قدر ظلم ہے اور جس قدر زیادتی ہے اور جس قدر سیاست کے نام پر ڈاکہ ہو رہا ہے اور حقوق دینے کے نام پر جس طرح حقوق چھینے جا رہے ہیں اس عہد کی ضرورت ہے کہ اس کی سیاست میں وہ لوگ آئیں جن کی تعمیر باطن ہو چکی ہو جن کے قلوب کی اصلاح ہو چکی ہو اور جو محض اللہ کی رضا کے لئے اور اللہ کے بندوں کو فرعونوں کی خدائی سے نجات دلانے کے لئے کام کر سکیں۔

سب سے پہلا حق اس وطن اس ملک اس زمین اس قوم کا بنتا ہے جس میں فرد رہتا ہے۔ آج وطن عزیز میں جس طرح کے حالات ہیں اور جس طرح کے واقعات ہو رہے ہیں اس زمین پر' میرے خیال میں کسی نے تقسیم ملک کے وقت یا اس سے پہلے اس کا تصور بھی نہیں کیا ہوگا کہ ایسا بھی ہو جائے گا۔ جہاں انسان ہوتا ہے وہاں گناہ بھی ہے' غلطی بھی ہے' کوتاہیاں بھی ہیں لیکن ہر کام کی ایک حد ہوتی ہے۔ ظلم کو وطن عزیز میں سیاست اور حکومت کے نام پر جہاں تک پہنچا دیا گیا ہے اس کا تصور بھی محال ہے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ لوٹنے والوں کے پاس' ڈاکوؤں اور چوروں کے پاس اتنی دولت جمع ہو چکی ہے کہ پورے ملک کی نجات کے لئے کافی ہے۔ ملکی معیشت کا یہ عالم ہے کہ چند دنوں میں روپے کی قیمت نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے اور بینک جواب دے رہے ہیں۔ کل مجھے دوست بتا رہے تھے کہ کھلی مارکیٹ میں ڈالر چوہتر روپے کا فروخت ہوا۔ ملک دیوالیہ ہو رہا ہے جب کہ اسی ملک میں رہنے والے بعض لوگوں میں سے ایک ایک کے پاس اتنی دولت ہے جو پورے ملک کی ضرورت کو پورا کر سکتی ہے یہ

کیسے ممکن ہے کہ ایک قوم جس کی تعداد کم وبیش چودہ کروڑ کے لگ بھگ ہو اس میں تیرہ چودہ ہزار افراد کے پاس اتنی دولت آجائے کہ ان میں سے ہر ایک کی دولت پورے ملک کا نظام چلانے کے لئے کافی ہو اور باقی سارا ملک ویران ہو جائے یہ بغیر لوٹ کھسوٹ کے' بغیر چور بازاری کے' بغیر بددیانتی کے ممکن نہیں ہے۔ ایسا کیوں ہوا؟

ایسا اس لئے ہوا کہ قوم نے چوروں کا ساتھ دیا اور قوم کے ہر فرد نے چوری میں شرکت کی کوشش کی۔ ہر بندے نے یہ چاہا کہ جو میرا حق نہیں ہے وہ مجھے مل جائے' جس کا میں مستحق نہیں ہوں وہ میں لے لوں۔ میرا حق نہیں بنتا پھر بھی مجھے اقتدار مل جائے' مجھ میں اہلیت واستعداد نہیں ہے لیکن مجھے عہدہ مل جائے میری ذاتی رائے یہ ہے کہ جن لوگوں کی ہم تائید کرتے رہے' انہیں حکومت تک لے جانے کے لئے انہیں ووٹ دیتے رہے' بنیادی طور پر ہمارے اپنے دلوں میں بددیانتی تھی کہ ہم شاید زیادہ حاصل کرلیں گے یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے ہم سے ہمارا حق بھی چھین لیا اور قوم سے قوم کا حق بھی چھین لیا۔ جو لوگ تائید کرکے انہیں حکومتوں تک پہنچاتے رہے دیانت داری ان میں بھی نہیں تھی۔

جب احمد شاہ ابدالی نے دہلی کا رخ کیا تو اورنگ زیب عالمگیر کے پڑپوتے جن کا لقب بھی عالمگیر تھا' تخت دہلی پر متمکن تھے۔ دہلی کے دفاع کے لئے اسلحہ' گھوڑے' راشن' فوج اور تنخواہ کے اخراجات کا اندازہ دس لاکھ روپے لگایا گیا کہ دس لاکھ روپے اگر شاہی خزانے میں ہوں تو دہلی کے دفاع کا سارا انتظام ہو سکتا ہے۔ دہلی کے شہنشاہ نے سارا زور لگایا لیکن وہ دہلی کے دفاع کے لئے دس لاکھ پیدا نہ کر سکا اور احمد شاہ ابدالی بغیر روکاوٹ کے دہلی میں داخل ہو گئے' شاہی محل میں داخل ہو گئے' قلعے پر قابض ہو گئے۔ احمد شاہ ابدالی کا ایک اپنا مزاج تھا۔ اس نے قبضہ کرتے ہی حکم دیا کہ سب دولت مندوں سے دولت جمع کی جائے۔ مخبر تلاش کئے گئے کہ کس کے پاس کتنا سرمایہ ہے حکم دیا گیا کہ اپنی اپنی دولت لے آؤ جو دس لاکھ شہر اور حکومت کے تحفظ کے لئے نہیں دے سکے تھے وہ اب کروڑوں روپیہ لاکر دے رہے تھے۔ دہلی کے ایک امیر کو لایا گیا اور وہ خالی ہاتھ آیا تو بادشاہ نے پوچھا کہ تمہاری دولت کہاں ہے اس نے کہا جی میں تو عیش وعشرت میں اڑا چکا ہوں احمد شاہ ابدالی نے مخبروں کی طرف دیکھا تو انہوں نے کہا کہ جی ہماری اطلاع صحیح ہے اس کے پاس دولت ہے۔ اور کون ہے اس کے گھر میں؟ اس کی والدہ ہے اس نے کہا اس کو پکڑ لاؤ۔ اس کی والدہ کو لایا گیا شہنشاہ نے کہا کہ میں تجھے اپنی ماں سمجھتا ہوں میں نہیں چاہتا کہ تمہارے ساتھ زیادتی ہو لیکن تم جانتی ہو کہ جب بادشاہ کوئی بات پوچھنا چاہتے ہیں تو وہ کس حد تک جاتے ہیں، بہتر ہے تم ادب واحترام سے بتادو۔ اس نے کہا جی دولت ہے اور وہ حویلی کے اندر ہے اس سے زیادہ میرے علم میں نہیں ہے۔ ہمارے پاس کتنی دولت ہے یہ بھی میرے بیٹے کو علم ہو گا۔ یہ مجھے پتہ ہے کہ حویلی کے اندر کہیں ہے کہاں ہے اس کا علم اس کو ہوگا۔ اس نے کہا حویلی گرا دو تو جب حویلی گرائی گئی تو قد آدم سونے کے بت دیواروں میں چنے ہوئے ملے۔ جو اربوں روپوں کا سونا تھا۔ اور اس زمانے میں دو کروڑ نقد ملے یہ ایک آدمی کے پاس تھا۔ اور ایسے سینکڑوں امراء تھے اور تخت دہلی اس لئے پامال ہوا کہ اس کے تحفظ کے لئے دس لاکھ نہیں مل رہے تھے۔

آج وطن عزیز بتیس ارب ڈالر کا مقروض ہے بتیس سو کروڑ ڈالر کا مقروض ہے یعنی چودہ کروڑ پاکستانی اپنا ضمیر' اپنی آزادی' اپنی فکر' اپنی سوچ اور اپنا ایمان تک رہن رکھے ہوئے ہیں۔ جب افراد رہن رکھے جاتے ہیں تو ان کا ایمان' ان کی عزت' ان کا احترام' ان کی سوچ اور ان کی فکر رہن ہو جاتی ہے۔ اور کتنی عجیب بات ہے کہ زیادہ نہیں کوئی ڈیڑھ سو آدمی جو اس ملک کا ہے ان کے ایک سو بیالیس ارب ڈالر باہر کے بینکوں میں ہیں۔ پورا ملک' ملکی معیشت اس لئے تباہ ہو رہی ہے کہ یہ بتیس ارب

ڈالر کا مقروض ہے اور سود نہیں دے رہا اور وہ باہر والے مزید قرضہ نہیں دے رہے اور اکانومی کلیپس (Collapse) ہو رہی ہے جب کہ ڈیڑھ سو بندے جو حکومت اور اپوزیشن کے ملے جلے لوگوں میں سے ہیں اور وال سٹریٹ جرنل نے ان کی فہرست بھی شائع کی تھی میرے پاس بھی ایک نقل پڑی ہے۔ ایک سو بیالیس ارب ڈالر ملک سے باہر جمع ہیں اور اس سے کئی گناہ زیادہ کے بنگلے' کاریں' جائیدادیں اور بنک بیلنس ملک کے اندر ان کے پاس موجود ہیں۔ اپوزیشن والوں کی بات کی جائے تو وہ تو خیر کہیں گے ہی کہ ہمیں حکومت بھی کچل رہی ہے اور یہ بھی ہمارے خلاف بات کرتے ہیں۔ دیانت داری کی بات یہ ہے کہ اگر میاں فیملی کا سرمایہ ملک کو دے دیا جائے تو سارے قرضے اتار کر پوری اکانومی سیدھی کر لیتا ہے صرف ایک گھر کا سرمایہ۔ جو آدمی چودہ کروڑ انسانوں پہ حکومت کرنے کا خواہش مند ہے وہ اپنا سرمایہ ان چودہ کروڑ کو زندہ رکھنے کے لئے کیوں نہیں دیتا۔ ہم جب دس ملازم رکھتے ہیں کیا ہم ان کے کھانے پینے روٹی کپڑے کا فکر نہیں کرتے یا ان کی تنخواہ کی فکر نہیں کرتے' انہیں زندہ رہنے کے لئے نہیں دیتے۔ اگر نہیں دیتے تو کیوں ان کے سر پہ سوار ہیں؟ ابھی کل کے اخبار میں تھا کہ میاں صاحب کے موجودہ دور حکومت میں یعنی سال ڈیڑھ سال کے عرصہ میں میاں صاحب کے منظور نظر لوگوں کے پچیس ارب کے قرضے معاف کئے گئے ہیں۔ ملک کی اکانومی کلیپس ہو رہی ہے ملک کے بینک کرپٹ ہونے کا خطرہ ہے قرض دینے والوں نے مزید قرضے دینے سے انکار کر دیا ہے اور شہنشاہوں کا مزاج یہ ہے کہ جو اپنے منظور نظر افراد ہیں انہیں ابھی تک قرضے معاف کئے جا رہے ہیں۔ ایک طرف یہ بندر بانٹ ہے اور دوسری طرف غریب۔ جس آدمی کے پاس ایک وقت کا کھانا نہیں وہ بوڑھی ماں کی دوا نہیں لا سکتا جو باپ کے جنازے سے ڈرتا ہے کہ لوگوں کو کس طرح سے پانی پلا سکوں گا۔ جس کا بچہ سکول اس لئے نہیں جاتا کہ وہ اسے کتابیں اور فیس نہیں دے سکتا۔ اپنا علاج اس لئے نہیں کروا سکتا کہ دوائی خریدنے کے پیسے نہیں ہیں اس کا خون تو قومی خزانہ بنانے میں شامل ہے اس پر اتنے ٹیکس ہیں ہمارے ملک میں کہ ہر آدمی روزمرہ کی جو اشیاء خریدتا ہے ان پر وہ ستر فیصد ٹیکس کی مد میں دیتا ہے۔ اس سے جو خزانہ بنتا ہے اسے اس بے دردی سے لوٹا جا رہا ہے قومی خزانہ بھرنے والا کوئی یعنی دینے والا کوئی' مال کسی کا' دولت کسی کی' معاف کوئی اور کر رہا ہے عجیب بات بنی ہوئی ہے۔ کیا ایسے بھی قرضے کبھی معاف ہوا کرتے ہیں۔

جب دین کی بات ہوتی ہے تو میں اگلے دن پڑھ رہا تھا ہمارے صدر محترم بہت نیک بہت پڑھے لکھے بہت مانے ہوئے جج اور چیف جسٹس ریٹائرڈ اسلام کی بات فرما رہے تھے کہ نظام صلواۃ نافذ کریں گے۔ بڑی اچھی بات ہے لیکن میں پوچھتا ہوں کیا لوگ آپ کے نظام کے بغیر نمازیں نہیں پڑھتے؟ ضیاء الحق مرحوم نے بھی نظام صلواۃ بنایا تھا' کتنے بے نماز نمازی ہو گئے تھے؟ جو پہلے سے نمازی ہیں آپ ان کی ایک کمیٹی بنا دیتے ہیں وہ نمازیں پڑھتے رہتے ہیں آپ کا نظام صلواۃ ہو جاتا ہے۔ آپ نے نظام زکواۃ نافذ کیا اور زکواۃ جمع کی آج آپ کی زکواۃ کا مصرف یہ ہے کہ جتنے ثقافتی طائفے ملک سے باہر جاتے ہیں ڈوم کنجر ان سب کے اخراجات زکواۃ فنڈ سے دیئے جاتے ہیں اور جتنے غیر ملکی ثقافتی طائفے آتے ہیں وہ بھی اسی سے سیراب ہوتے ہیں۔ حکومت اپنے سارے پراپیگنڈوں اور اشتہارات پہ بھی زکواۃ کو خرچ کرتی ہے۔ پھر جنہیں نوازنا چاہے دس دس کروڑ کے چیک بھی انہی کو دیتی ہے۔ اسلام صرف نمازوں کا نام نہیں ہے نماز ہر فرد کی ذاتی زندگی کا حصہ ہے اسلام کی بنیاد عدل پر ہے حقوق و فرائض پر ہے اسلام کی بنیاد اس بات پر ہے کہ بندے پر اللہ کا کیا حق ہے بندہ اسے قبول بھی کرے اور اللہ کا حق ادا بھی کرے اللہ کو مانے بھی اور اللہ کی عبادت بھی کرے یہ اللہ کا حق ہے بندے پر۔ لیکن اللہ فرماتا ہے اگر میرے حق میں کوئی کوتاہی بھی کرے تو میں اسے معاف کر

دوں یہ میری مرضی۔ بندوں کے جو حق بندوں پر ہیں ان میں کوتاہی میں درگزر نہیں کروں گا وہ حق کسی کو معاف کرانا ہے تو اس بندے سے جا کر کرائے۔ چونکہ بندہ تو دوسرا بھی اسی طرح محتاج ہے اور اس کا حق اگر مارا جائے تو اسے ایذا پہنچتی ہے دکھ پہنچتا ہے تکلیف ہوتی ہے تو اسلام کی بنیاد ہے افراد کے حقوق پر کہ وہ حق ہر فرد کو دیا جائے جو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے متعین فرمایا ہے۔ وہ مومن ہو یا کافر۔ اسلام کافر کے انسانی حقوق کے تحفظ کی بھی ضمانت دیتا ہے اور مومن کے انسانی حقوق کی اور ایمانی حقوق کی بھی۔

اب عالم یہ ہے کہ اکانومی کلیپس ہو رہی ہے اور آپ خیال فرمائیے کہ ملک کے اندر جو سود دیا جا رہا ہے' ہمارے بنک اہل وطن کو جو سود دیتے ہیں اس کا ایک شعبہ ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹ کا لے لیں۔ تو سالانہ دو ارب یعنی دو سو کروڑ اس سود کی مد میں جاتا ہے اور بیس فیصد شرح ہے اس کی۔ باہر سے جو امداد یہ مانگنا چاہتے ہیں وہ تو ایک ارب بھی نہیں بنتی یعنی ایک سو کروڑ بھی نہیں بنتی جب کہ دو سو کروڑ یہ پلے سے سود دیتے ہیں ہر سال۔ کس کو دیتے ہیں؟ حکومت اور اپوزیشن کے تمام بڑے بڑے لوگوں نے کروڑوں روپے کے ڈیفنس سرٹیفکیٹ خرید رکھے ہیں اور وہ سود ڈرا (Draw) کر کے گھروں کو لے جا رہے ہیں عام آدمی نے کتنے خریدے ہونگے؟ کسی نے دس ہزار کے پانچ ہزار کے لئے ہوں گے۔ باقی سارے ان لوگوں کے ہیں جو یا حکومت میں ہیں یا حکومت میں تھے۔ ملک کی ناؤ ڈوب رہی ہے اور ان کی لوٹ جاری ہے۔ مزید قرضے دیئے جا رہے ہیں سابقہ قرضے معاف کئے جا رہے ہیں۔ سود در سود ملک سے وصول کیا جا رہا ہے۔ اور ساتھ یہ وعظ بھی کیا جا رہا ہے کہ قوم کو قربانی دینا ہوگی۔ حضرات! قربانی کی شرائط کا آپ کو بھی علم ہو گا اور یقیناً" آپ کو یاد بھی ہو گا کہ کوئی جانور جو اپنی نارمل حالت میں چل کر ذبح کرنے کی جگہ تک نہ پہنچ سکے اس کی قربانی بھی نہیں لگتی۔ جہاں لنگڑے کی نہیں لگتی' کانے کی نہیں لگتی یا اور جو اس میں عوارضات ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جس جانور کو قربان کیا جانا ہے وہ نارمل چل کر اس جگہ تک تو جا سکے جہاں اسے ذبح ہونا ہے لہٰذا اگر قوم کی قربانی دینا ہے تو اس میں چلنے کی سکت ہو گی تو اس کی قربانی لگے گی اس قوم کی تو اب قربانی بھی نہیں لگتی جس حال میں آپ نے اس کو پہنچا دیا ہے جو مزید ٹیکس آپ قربانی کے نام پر جبراً" لے رہے ہیں اسے قربانی کا نام نہ دیں' ڈاکے میں اور قربانی میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ قربانی وہ ہوتی ہے جو لوگ اپنی پسند سے دیتے ہیں جو چھین لیا جائے وہ ڈاکہ ہوتا ہے۔

اس سارے پس منظر میں بہت اچھی بات ایک یہ بھی ہے کہ ہم لوگ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے لوگ الاخوان کے لوگ' حال یہ ہے کہ جو بندہ الاخوان میں شامل ہوتا ہے عموماً" وہ ذکر کرنے لگ جاتا ہے اور جتنے ذاکر ہیں سلسلے کے وہ سارے الاخوان میں پہلے سے ہیں اور صورت حال ایسی گڈمڈ ہو گئی ہے کہ یہ تقریباً" ایک ہی چیز کے دو نام لگتے ہیں۔ کچھ تھوڑے دوست ایسے ہوں گے الاخوان میں جو ذاکر نہیں ہیں ورنہ سارے اس طرف آجاتے ہیں۔ جو نہیں ہیں رفتہ رفتہ ان تک بھی اثرات پہنچ جاتے ہیں اور وہ بھی ذاکر ہو جاتے ہیں۔ ہم عددی اعتبار سے بہت تھوڑے ہیں وسائل ہمارے پاس نہ ہونے کے برابر ہیں اور معاشرے کا بگاڑ اپنی انتہا کو چھو رہا ہے۔ اس حالت میں اگر ہم ظلم کو چیلنج کرتے ہیں تو بڑی آسانی سے ہمیں تو وہ ایک آدھ دن میں کچل کر رکھ دیں گے اور ہمارا نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔ یہ بالکل صحیح نقشہ ہے صورت حال کا۔ لیکن کیا ہم اپنا نشان باقی رکھنے کے لئے جدوجہد کر رہے ہیں؟ نہیں! ہم تو ظلم مٹانے کے لئے کر رہے ہیں یا ظلم مٹ جائے گا اور یا اس سے لڑتے ہوئے ہم مٹ جائیں گے یعنی ہم کسی بقا کے لئے' کسی عہدے کے لئے' کسی ناموری کے لئے' کسی کامیابی کے لئے یا کسی کو شکست دینے کے لئے میدان میں نہیں ہیں۔ ہماری کوشش ہی یہ ہے کہ ظلم کو مٹنا

چاہئے اور انشاء اللہ ظلم ہی مٹے گا۔ ہمیں مٹانا اتنا آسان نہیں ہوگا۔ مٹنا ظلم کا مقدر ہے۔

جَاءَ الحَقُّ وَزَهَقَ البَاطِلُ اِنَّ البَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ مٹنا ظلم کا مقدر ہے حق مٹا نہیں کرتا افراد کے مٹ جانے سے حق نہیں مٹتا۔ ہم میں سے کوئی ایک گرے گا تو اللہ اس کی جگہ دس اور کھڑے کر دے گا۔ حق نہیں مٹتا ظلم مٹتا ہے مٹنا ظلم کا مقدر ہے اور دوسری حتمی بات یہ ہے کہ ہم فیصلے اپنی مرضی سے نہیں کرتے ہمیں جو حکم ملتا ہے وہ کرتے ہیں اور انشاء اللہ العزیز کرتے رہیں گے۔ اس میں ہماری پسند وناپسند کا دخل بھی نہیں ہے۔ اس لئے ہمارے پاس سوائے ظلم کے خلاف جہاد کے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔

جہاد کا طریقہ کار یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ پہلے قدم کے طور پر ہر شخص پوری کوشش کرکے ملک کے ہر فرد تک یہ بات پہنچانے کی کوشش کرے کہ لوگو! ظلم کے خلاف تمہیں خود میدان میں آنا ہوگا۔ ملک میں تین قسم کی طاقتیں ہیں۔ (1)۔ سیاست دان وہ حکومت میں ہوں یا اپوزیشن میں۔ (2)۔ حکومت کی مشینری کے لوگ۔ (3)۔ علماء' دینی سیاسی جماعتوں کے یا دینی جماعتوں کے سربراہ۔ علماء سے میری مراد وہ علماء نہیں ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے' اللہ کے دین کو قائم رکھنے کے لئے اور لوگوں تک پہنچانے کے لئے اپنی اپنی جگہ مصروف عمل ہیں۔ علماء سے میری مراد وہ حضرات ہیں جو میدان سیاست میں اپنی اپنی جماعتیں لے کر کھڑے ہیں۔ میری ذاتی رائے کے مطابق ہر آدمی یہ جانتا ہے کہ سیاست دان اسلام سے مخلص نہیں ہیں اور وہ اسلام نافذ کرنا نہیں چاہتے۔ جہاں تک حکومتی لوگوں کا اور حکومتی افسروں کا تعلق ہے وہ حکومت کے کسی شعبے میں بھی ہوں میری رائے کے مطابق ہر آدمی یہ جانتا ہے کہ یہ لوگ اسلام کے حق میں نہیں ہیں جہاں اب بات اٹکی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ہر آدمی یہ سمجھتا ہے کہ دینی جماعتوں کے سربراہ اگر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں تو یہ اسلام نافذ کرا سکتے ہیں۔ اور سب سے بڑے دکھ کی بات یہ ہے کہ جس طرح سیاست دان اسلام کا نفاذ نہیں چاہتا جس طرح سرکاری ادارے اسلام کا نفاذ نہیں چاہتے اس سے کہیں زیادہ دینی جماعتوں کے سربراہ اسلام نہیں چاہتے۔ یہ وہ تلخ حقیقت ہے جس کا ہمیں علم نہیں ہے جس خوش فہمی میں ہم مبتلا ہیں وہ یہ ہے کہ یہ جماعتیں اور یہ ادارے اور ان کے سربراہ اسلام کے لئے کام کریں گے لیکن ان سب کی خدمت میں جاجا کر ان سب کو جمع کر کر کے ان سب کے ارشادات سن سن کر' میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر اسلام نافذ ہو جائے تو ان کے اداروں اور ان کی جماعتوں کا وجود باقی نہیں رہتا۔ ملک ایک رفاہی ریاست بن جائے گا۔ عشر اور زکواۃ بیت المال والے لے جائیں گے' قربانی کی کھالیں حکومت کے رفاہی ادارے لے جائیں گے' سیاست کرنے کے لئے نہ چندہ ملے گا نہ عشر ملے گا نہ زکواۃ ملے گی نہ قربانی کی کھال ملے گی اور نہ یہ VIP رہیں گے نہ ان کے دفاتر رہیں گے نہ ان کے نعرے رہیں گے نہ ان کے جھنڈے رہیں گے تو انہیں اس سے کیا حاصل ہو گا وہ تو ایک عام آدمی بن جائیں گے۔ دینی سیاسی جماعتوں کے دفاتر کی حیات بھی نفاذ اسلام کے ''نعروں'' میں ہے نفاذ اسلام میں ان کی بھی موت ہے۔ تو جس طرح گزشتہ نصف صدی سے یہ لوگ نعرے لگا رہے ہیں اور آپ ان پر اعتماد کرکے بیٹھے ہیں تو آئندہ کئی صدیاں نعرے لگاتے رہیں گے اس سے آگے نہیں جائیں گے۔ یہ وہ غلط فہمی ہے جس کا اسیر آج ہر پاکستانی مسلمان ہے اور جس کی وجہ سے نفاذ اسلام میں تاخیر ہو رہی ہے۔ کوئی اس بات کا اعتبار نہیں کر رہا کہ سیاستدان (وہ حکومت میں ہوں یا اپوزیشن میں) اسلام نافذ کریں گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی پاکستانی مسلمان اس انتظار میں ہو کہ حکومت کی مشینری اور اس کے حاکم ادارے اسلام نافذ کریں گے۔ ہر ایک اس امید پر ہے کہ یہ دینی جماعتیں اور جماعتوں کے سربراہ یہ نیک لوگ ہیں یہ پڑھے لکھے ہیں ہم سے علم میں زیادہ ہیں یہ اکٹھے ہو جائیں تو

نفاذ اسلام ممکن ہے۔

یہ لوگ ورع و تقوی میں ہم سے بہتر ہوں گے لیکن میں آپ کو بڑے دکھ سے بتاتا ہوں کہ نفاذ اسلام میں ان کی جماعتوں کی موت ہے ان کے دفاتر کی موت ہے ان کے ذرائع آمدن ختم ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنے طور پر جہاد کروا سکتے ہیں تاکہ چندے ان کے پاس جائیں اور وہ جہاد پر جماعتیں روانہ کریں' اپنے طور پر غریبوں کا علاج کر سکتے ہیں تاکہ چندے ان کے پاس جائیں پھر وہ غریبوں کو دیں' وہ اپنے طور پر مدد کر سکتے ہیں لوگوں کی تاکہ چندے ان کے پاس جائیں پھر وہ دین کی بات کریں۔ لیکن دین نافذ ہو جائے اور یہ قصہ ہی ختم ہو جائے اور ان کے دفاتر ہی بند ہو جائیں یہ قربانی دینا ان کو بھی مشکل لگ رہا ہے۔ پچاس برسوں میں دو نسلیں بیت گئی ہیں اب ان لوگوں کو عادت ہو گئی ہے دفاتر میں بیٹھنے کی' ایئر کنڈیشنڈ گاڑیوں میں سفر کرنے کی اور ایئر کنڈیشنڈ دفاتر میں بیٹھنے کی اور پورے ملک میں حکومت کو دھمکیاں دینے کی اور وزراء کو اور وزراء اعظم کو اپنے دروازوں پر جھکانے کی۔ اپنی اس لذت کو چھوڑنے کے لئے کوئی بھی تیار نہیں۔ میں یہ جانتا ہوں جو گستاخی میں کر رہا ہوں یہ بڑی سخت بات ہے اور اس پر یہ لوگ بڑے ناراض ہوں گے' خفا ہوں گے' فتوے دیں گے جو جس کے جی میں آئے کرے۔

حق بات تہہ تیغ سر دار کریں گے
اور یہ جرم جو زندہ ہیں سو بار کریں گے

ہم جو حق سمجھتے ہیں انشاء اللہ وہ کہتے رہیں گے اور ضرور کہیں گے اور اگر خدانخواستہ صوفی ہونے کا دعوی رکھنے والوں نے بھی حق کہنا چھوڑ دیا تو پھر کون کہے گا؟ اس کے بعد بچتا کیا ہے! کوئی ہمیں صوفی مانے یا نہ مانے' کوئی ہمیں اس مقام تک مانے یا نہ مانے' ہمارا دعوی تو ہے نا۔ تو پھر ہمیں تو اپنے دعوے کی لاج رکھنا پڑے گی۔ ہمیں سچی بات کرنا پڑے گی۔

میں چاہتا ہوں' آپ سب کو تکلیف اس لئے دی ہے کہ خدا کے لئے ملک کے ایک ایک فرد تک یہ حقیقت پہنچا دو اور لوگوں سے کہو کہ اسلام تمہارا ہے' اسلام تمہارا ہے اور اسلام تمہارا ہے۔ تمہاری ذمہ داری ہے اسلام کو نافذ کرنا یہ تم چھوڑ کر بیٹھے ہو کہ فلاں نافذ کر دے گا یا فلاں وزیراعظم نے جو وعدہ کیا ہے کرے گا یا فلاں مولوی صاحب کہہ رہے ہیں' کوئی نہیں کرے گا یہ تمہاری ذمہ داری ہے اللہ تمہارا ہے' رسول ﷺ تمہارے ہیں' کتاب تمہاری ہے' دین تمہارا ہے' ملک تمہارا ہے اور اس ملک پر دین کا نفاذ بھی تمہاری ذمہ داری ہے۔

روس کے زاروں کی بہت بڑی قوت تھی جب لینن نے ان کے خلاف تحریک شروع کی تو اس کے ساتھ لینن سمیت اکیس آدمی تھے بیس آدمی اور تھے اور اکیسواں لینن تھا اکیس آدمیوں سے بڑھتی ہوئی تحریک نے روس کے زاروں کا تختہ الٹ دیا اور پھر بڑا عرصہ ان کے پولٹ بیورو کے اکیس رکن ہی رہے پچھلے دو چار سالوں میں شاید انہوں نے کچھ بڑھائے ہیں پولٹ بورو کے اکیس رکن اس لئے ہوتے تھے کہ بنیادی طور پر اس انقلاب کے داعی اکیس لوگ تھے۔

چینی حکمران صدیوں سے حکمران تھے اور بڑا تسلط تھا ان کا ماؤزے تنگ جب ان کے خلاف کھڑا ہوا تو اس کے ساتھ ڈیڑھ سو آدمی تھے لیکن انہوں نے شہنشاہوں کو شہنشاہیت سے محروم کر کے چھوڑا۔ آپ کو یاد ہو گا ہوچی مونہہ ایک چھوٹے سے قد کا منحنی سا شخص تھا۔ اور اسی سپرپاور امریکہ نے چین کے خلاف اپنی ساری پاور کتنے سال جھونکے رکھی۔ بالآخر امریکہ اپنے زخم چاٹتا ہوا بھاگ گیا اور اس ایک بندے کو اور اس کی قوم کو ہرا نہیں سکا۔ کیوں؟ اپنے کام اور اپنے دعوے کے ساتھ وہ مخلص تھے۔ ان کا دعوی باطل تھا' ان کا دعوی غلط تھا' جو تبدیلی وہ چاہتے تھے وہ غلط تھی لیکن جو بات وہ کر رہے تھے اس کے ساتھ ان کا خلوص تھا۔ یہاں ہم چودہ کروڑ پچاس سال سے اسلام اسلام کر رہے ہیں یہاں اسلامی انقلاب کیوں نہیں آتا؟ اس لئے کہ ہم

مخلص نہیں ہیں۔ ہم دوسروں کی طرف دیکھتے ہیں وہ نافذ کر دے' وہ نافذ کر دے اور وہ نافذ کر دے۔

کوئی نافذ نہیں کرے گا نہ وہ کرے گا اور نہ کوئی دوسرا۔ یہ ذمہ داری ہر اس بندے کی ہے جس کا دعویٰ ہے کہ اس کا اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ خلوص ہے' محبت ہے' پیار ہے' ایمان ہے اور عقیدہ ہے۔

ملکی حالات بڑے ابتر ہیں۔ ملک بینک کرپٹ ہونے کے قریب اور یوں نظر آتا ہے جیسے ملک دنیا سے معدوم ہونے کو ہے۔ لیکن میرا ایمان یہ ہے کہ یہ ملک نہ صرف قائم رہے گا انشاء اللہ! بلکہ اس پر دین قائم ہو کر پوری دنیا میں انقلاب اسلامی کی بنیاد بنے گا۔ نظام قدرت ہے ہر تعمیر کے لئے تخریب ہوتی ہے۔ ہر تعمیر کے لئے ٹوٹ پھوٹ ہوتی ہے۔ پتھر توڑے جاتے ہیں' لکڑیاں کاٹی جاتی ہیں' آرے چلتے ہیں پھر جا کر مکان بنتا ہے۔ اگر ٹوٹ پھوٹ ہو رہی ہے تو انشاء اللہ مکان بھی بنے گا اور مجھے نفاذ اسلام میں بھی کوئی شبہ نہیں۔ میں چاہتا صرف یہ ہوں کہ اس مقدس عمل میں اللہ ہماری شراکت بھی منظور فرمائے۔ اور ہمیں بھی توفیق دے کہ ہم نفاذ دین کے لئے کام میں اپنا حصہ ادا کر سکیں۔

ہمارا یہ اجتماع نہ سیاسی اجتماع ہے نہ کسی سیاست دان کے خلاف ہے' نہ حکومت کے حق میں ہے نہ حکومت کے خلاف ہے' ہمارا یہ اجتماع صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے ہے اور آج کی جو صورت حال کی تصویر ہے میں نے آپ احباب کے سامنے رکھ دی ہے۔

جس کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اس ملک کے ایک ایک شہری کو بتا دو کہ اب اس کی اپنی باری ہے کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے لئے میدان میں آئے۔ اہل ایران اپنے ایک عالم دین کی آواز پر میدان میں اترے۔ اس کے باوجود کہ شہنشاہ ایران کی فوج بھی جدید تھی جدید اسلحہ بھی تھا اور امریکہ بہادر بھی اس کی پشت پر تھا لیکن جب عام آدمی بازار میں نکلے تو امریکہ بہادر نے اسے چھپنے کے لئے جگہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ وہ شیعہ تھے ان کا عقیدہ صحیح نہیں تھا۔ بھیا! جن کا عقیدہ صحیح نہیں ہے انہوں نے اپنا عقیدہ منوالیا' ملک لے لیا' شہنشاہیت کو بھگا دیا اور جسے وہ بہتر سمجھتے تھے وہ نظام رائج کر دیا پھر ہمارے پاس حق ہے تو ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔ اگر یہ کہتے ہیں کہ وہ حق پر نہیں ہیں یا ان کے پاس جو ہے وہ صحیح نہیں ہے تو اپنا غلط بھی لاگو تو کر دیا۔ ہم اپنا حق کس دن کے لئے لے کر بیٹھے ہیں۔

سو سادہ سی بات ہے ہر ساتھی یہ ذمہ داری محسوس کرے۔ میں نے پچھلا پورا سال الحمدللہ! ملک کے گوشے گوشے میں جانے پہ لگا دیا۔ ڈاکٹر دوست بیٹھے ہوں گے میڈیکل کے لوگ سمجھ سکتے ہیں میرا کولیسٹرول لیول سات سو باون تک چلا گیا اور ٹوٹل لپڈ چار ہزار دو سو اٹھائیس پہ پہنچ گئے۔ دنیائے طب کی تاریخ میں اس درجے پر کوئی فرد زندہ نہیں رہ سکتا خون جم جاتا ہے گاڑھا ہو کر تارکول بن جاتا ہے لیکن الحمدللہ میں اس حال میں بھی سفر کرتا رہا۔ ایک ایک قریے تک جہاں جہاں تک اللہ نے توفیق بخشی ایک ایک گھر تک پہنچا۔ میں نے سارا سال یہ محنت اس امید پر کی تھی کہ اگر دینی علماء کو جو جماعتوں کی قیادت فرما رہے ہیں' ایک سٹیج پر جمع کیا جائے تو بات بن سکتی ہے اور اس کے لئے جب کوشش کی' انہیں ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے کرنے کی تو پتہ چلا کہ یہ حضرات اسلام کے نعرے لگانا چاہتے ہیں نفاذ اسلام نہیں چاہتے۔

اب حق بنتا ہے کہ یہ جواب ہم واپس ان سب افراد تک پہنچائیں جنہوں نے ہمیں ہر جگہ سے یہ کہا کہ جی دینی زعماء کو اکٹھا کریں کام ہو جائے گا۔ اب انہیں بتایا جائے میں شاید گھر گھر نہ جاسکوں' اب میری طرف سے یہ جواب پہنچانے کی ذمہ داری آپ کی ہے۔ ایک ایک بندے تک یہ حقیقت پہنچا دو۔ اور شاید ہم پہلے نکلتے تو بڑا اسلام پہ احسان ہوتا کہ ہم اسلام کے لئے جانیں دے رہے ہیں۔ اب تو اسلام کا احسان ہے ہم پر کہ ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ ہی باقی نہیں رہا۔ زندہ رہنے کی کوئی سبیل باقی

نہیں رہی اور اب بھی اگر اسلام نافذ نہیں ہوا تو بقا کی کوئی متبادل صورت میری نظر میں نہیں آتی۔

ہماری مصیبت یہ ہے کہ ہمارا حکمران طبقہ وہ سیاست میں ہو یا حکومت کی مشینری میں وہ اللہ سے نہیں ڈرتا وہ مغربی طاقتوں سے ڈرتا ہے اور یہ لوگ اور ان کے بچے عموماً" مغرب سے پڑھ کر آجاتے ہیں اور مغرب میں کوئی اور ABC نہیں پڑھائی جاتی مغرب میں کوئی اور زبانیں نہیں پڑھائی جاتیں مغرب میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے وہ صرف مغرب کی سپر میسی ہے۔ جتنا وہ پڑھاتے ہیں اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ ہم ہی سب کچھ ہیں اور تم لوگ کچھ نہیں ہو یہی کچھ یہ وہاں سے لیکر آتے ہیں اور پھر یہاں ان کی ساری عمر مغرب کی سپر میسی کا پرچار کرتے بیت جاتی ہے۔ ان سے توقعات رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور امیدیں مجھے بھی بڑی تھیں علماء سے افسوس اس بات کا ہے کہ علمائے حق کا بہت بڑا طبقہ جو تحقیق تفتیش اور تعلیم میں لگا ہوا ہے اور عملی سیاست سے الگ تھلگ بیٹھا ہے انہیں بھی یہ یاد کراؤں کہ حضرات آپ کی عدم توجہی سے کام بگڑ رہا ہے اب

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

اب وہ لمحہ آگیا ہے کہ آپ مدارس سے، خانقاہوں سے نکل کر محض اللہ کے لئے مسلمانوں کی قیادت فرمائیں اور وطن عزیز کو اس کی منزل تک پہنچائیں جو اس کے حصول کا سبب تھی یعنی نفاذ اسلام اور عام آدمی تک بھی یہ بات پہنچا دیں کہ جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

باغباں نے آگ دی جب آشیانے کو میرے
جن پہ تکیہ تھا وہی پتے ہوا دینے لگے

تو حضرات یہ وہ بات ہے جو بڑی محنت کے بعد، بڑے مجاہدے کے بعد اور بڑا سرکھپانے کے بعد سامنے آئی ہے اور یہ بھی اللہ کا احسان ہے کہ یہ حقیقت سامنے آگئی کم از کم میں کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوں اور میں نہیں چاہتا کہ اہل وطن مزید اس خوش فہمی کا شکار رہیں۔ آپ سب حضرات کے ذمے ہے کہ اپنی تنظیم کے مطابق، اپنے مراکز سے، اپنے دفاتر سے مشورہ کرکے گاؤں گاؤں میں جلسہ کریں، آڈیو، ویڈیو کسی طریقے سے ایک ایک بندے تک یہ حقیقت پہنچا دیں اور عام آدمی کو یہ دعوت دیں کہ اسے میدان میں اترنا ہوگا۔ یار چھوٹی سی بات تھی کل ایٹمی دھماکے کی، میں نہیں جانتا حکومت کرنا چاہتی تھی، نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن نظر یہ آرہا تھا کہ حکومت نہیں کرے گی۔ ہر آدمی گلی اور بازار سے لیکر دکان اور شہر تک اس بات پر اڑ گیا کہ دھماکہ کرنا پڑے گا تو حکومت کو کرنا پڑا اگرچہ امریکہ بہادر آخری دم تک روکتا رہا لیکن دھماکا کرنا پڑا۔ ایسی ہی عوامی قوت حکمرانوں کو نفاذ شریعت پر مجبور کر سکتی ہے۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ کار ہی نہیں۔ اسلام ہمارا ایمان بھی ہے، عقیدہ بھی ہے، آخرت بھی ہے، اس کے ساتھ ہماری دنیوی زندگی کی خوشحالی کی ضمانت بھی اسلام ہے۔ ملک کے ہر شخص کی کفالت کا ذمہ اسلام لیتا ہے، ہر شخص کے علاج معالجے کا ذمہ اسلام لیتا ہے، ہر بچے کی تعلیم کا ذمہ دار اسلام ہے۔ یہ غیر اسلامی نظام فرعون پیدا کرتے رہیں گے دوسروں کو ان کا غلام بناتے رہیں گے اللہ کے آزاد بندے صرف اسلام میں پیدا ہوں گے۔ اسلام ہمارا عقیدہ ہی نہیں ہماری زندگی کی ضرورت بھی ہے۔ اللہ کریم ہمیں قبول فرمائے۔ توفیق عطا فرمائے کہ ہم حق بات پورے جوش اور جذبے کے ساتھ بیان کر سکیں۔ اور اللہ کریم وہ وقت جلدی لائے کہ نفاذ اسلام کے لئے ہم بھی اور یہ قوم بھی میدان عمل میں ہو اور انشاء اللہ وہ وقت قریب ہے۔ آپ کے ذمے ہے کہ وقت ضائع کئے بغیر یہ پیغام ایک ایک فرد تک پہنچائیں۔ اللہ آپ کا حامی وناصر ہو۔ آمین

ہم کون لوگ ہیں

دوسری اور آخری قسط

رانا احمد نواز گوجرہ

منارہ کے تربیتی پروگرام میں ہم نے جناب پروفیسر حافظ عبدالرزاق صاحب سے عرض کیا کہ آپ ہمیں گوجرہ کے لئے ہر ماہ ایک دن کا وقت دیں۔ یہ بڑی عجیب ہستی ہیں۔ میرے بس میں کہاں کہ ان کی عظمت و بزرگی کو سمجھ سکوں۔ ان کی شخصیت کا نکھار بھی منفرد ہے۔ صاحب مجاز بزرگ ہیں اور سلسلہ اویسیہ کی بنیادی شخصیت ہیں۔ ان اوقات کو بھول جانا' جن میں آپ گوجرہ تشریف لائے ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنی جوانی کے اوقات کو بھول جائے۔ جناب حافظ صاحب نے ہماری دعوت کو خندہ پیشانی سے قبول فرمایا اور تقریباً" چھ سات ماہ تک پابندی سے چکوال سے گوجرہ تشریف لاتے رہے۔ پھر سلسلہ اویسیہ کی مصروفیات ہی کچھ اس قدر بڑھ گئیں کہ انہیں گوجرہ کا پروگرام تبدیل کرنا پڑا۔

آپ چکوال سے بعد دوپہر گوجرہ پہنچ جایا کرتے تھے۔ شام کو محفل ذکر ہوتی مسجد میں تمام احباب کے لئے دال روٹی کا بندوبست ہوتا اور وہیں رات بسر ہوتی۔ مسجد میں ٹھہرنے والے احباب کی تعداد پچاس تک ہو جاتی۔ تہجد کے بعد ذکر ہوتا پھر نماز فجر کے بعد جناب حافظ صاحب میرے گھر تشریف لے آتے۔ ناشتے کے بعد حافظ صاحب ایک علیحدہ کمرے میں بیٹھ جاتے اور ہر اس شخص کو وقت دیا جاتا جو علیحدگی میں جناب حافظ صاحب کو اپنے مسائل بتانا چاہتا تھا۔ اس طریقہ کار سے احباب بہت مطمئن تھے یہ واقعہ غالباً" 1978ء کا ہے۔ پہلی بار جب حافظ صاحب گوجرہ تشریف لائے تو عجیب واقعہ ہوا۔ حافظ صاحب نے بعد دوپہر تقریباً" تین بجے کے قریب اسٹیشن پر پہنچنا تھا۔ ہم تین چار احباب حافظ صاحب کو لینے اسٹیشن پر پہنچ گئے۔ وہاں جا کر پتا چلا کہ گاڑی دو گھنٹے لیٹ ہے۔ ہم واپس آ گئے تاکہ دوبارہ پندرہ بیس منٹ پہلے اسٹیشن پر پہنچا جا سکے۔ ہم دوست گھر بیٹھے تھے گاڑی آنے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی باہر نکل کر دیکھا تو جناب حافظ صاحب کھڑے تھے۔ ہمارے اوسان خطا ہو گئے ہم بہت شرمندہ تھے کہ حافظ صاحب کو اسٹیشن سے نہ لے سکے۔ معلوم ہوا کہ گاڑی ایک گھنٹہ پہلے پہنچ گئی تھی۔ مگر ان کے چہرے پر گلے کی بجائے مسکراہٹ تھی اچانک مجھے خیال آیا اور میں نے پوچھا کہ حافظ صاحب آپ گھر تک کیسے پہنچے' آپ کو پریشانی تو ہوئی ہوگی۔ آپ کو کون گھر تک چھوڑ کر گیا ہے؟ مسکرا کر فرمانے لگے کوئی بھی نہیں۔ میں نے پھر پوچھا تو پھر آپ کیسے پہنچے؟ فرمانے لگے کہ جب میں اسٹیشن سے نیچے اترا تو نظر نیچے کر کے چلتا رہا اور گلیاں مڑتا رہا۔ یہاں آ کر دل میں خیال آیا کہ یہ دروازہ کھٹکھٹا دوں۔ لہٰذا میں نے آپ کے دروازے پر دستک دے دی۔ یہ عجیب واقعہ تھا جو ان کی پہلی بار گوجرہ آنے پر پیش آیا۔

یہ بھی ابتدائی دور کا واقعہ ہے جب میں نے اپنے کزن لیاقت علی صاحب کو ذکر کی دعوت دی۔ ہم دونوں سڑک کے کنارے جا رہے تھے تو راستے میں میں نے بتایا کہ ہم اس طرح ذکر کرتے ہیں آپ بھی تشریف لایا کریں۔ یہ میری وہ پہلی دعوت تھی جو میں نے اپنے کسی رشتہ دار کو دی تھی۔ انہوں نے میری دعوت کو یوں جذب کیا جیسے کوئی پیاسی زمین بارش کے پہلے قطرے کو جذب کرتی ہے۔ ان کا جواب تھا کہ مجھے افسوس ہے کہ آپ نے مجھے پہلے دعوت کیوں نہ دی۔ سلسلے کے اکثر احباب ایسے ہیں جن میں خاص قسم کی انفرادیت نظر آتی ہے۔ لیاقت صاحب بھی ان ہی احباب میں سے ہیں۔ اس روز سے آج تک نہ انہیں کبھی نماز میں سستی کرتے دیکھا اور نہ ہی ذکر میں سستی کرتے دیکھا۔ اس وقت ان کا کاروبار کنسٹرکشن کا تھا' جس کے سلسلے میں اکثر انہیں مختلف شہروں میں ڈیوٹی سرانجام دینا پڑتی تھی۔ اس وقت ابتدائے زمانہ ذکر میں ان کی ڈیوٹی لاہور' بہاولپور' ڈیرہ غازی خان اور کھوڑ میں رہی مگر ہر ماہانہ پروگرام پر گوجرہ تشریف لے آتے۔ اور یہ سلسلہ بغیر کسی ناغے کے تقریباً" چار سال تک چلتا رہا۔ اب جبکہ تنظیم الاخوان کی بنیاد رکھی گئی تو اس وقت بھی ان کا قیام لاہور میں تھا۔ لاہور میں انہیں پہلے مرکزی سطح پر جائنٹ سیکرٹری مقرر کیا گیا' پھر انہیں سیکرٹری فنانس پنجاب کے عہدے کی ذمہ داری سونپی گئی۔ حضرت شیخ المکرم مدظلہ جب بھی گوجرہ تشریف لاتے تو ان کی رہائش گاہ پر قیام فرماتے۔ کچھ عرصہ قبل لیاقت صاحب مکمل طور پر گوجرہ شفٹ ہو گئے۔ گوجرہ میں ان کے ذمے مالیات کے شعبے کی ذمہ داریاں لگائی گئیں اب ان پر اس

وقت امیر سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی ذمہ داریوں کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ وہ سنگریزے جنہیں ایک ہستی نے ہیروں کا روپ دیا ان میں سے ایک نو عمر لڑکے کے واقعات لکھتا ہوں گو کہ ہر شخص کا ہر لمحہ ایک دوسرے سے مختلف ہے مگر میں اس لڑکے کے بھی چند لمحے یہاں پر تحریر کروں گا۔

اس وقت کا نو عمر لڑکا اس وقت جوانی کی آخری سیڑھیوں پر قدم رکھے ہوئے ہے۔ یہ میرا بچپن کا دوست ہے۔ ہم اتنے قریبی ہیں کہ اب بھی آپس میں روٹھ جاتے ہیں اور پھر بے چین ہو کر کسی کو ڈھونڈتے ہیں جو ہمیں پھر سے اکٹھا کر دے۔ پھر چھوٹی شکایتوں کے بعد فوری مان جاتے ہیں۔ یہ یتیم بچہ تھا جس کے سر پر گھریلو پریشانیوں کے انبار تھے بہن بھائیوں کی شادی' گھر کے اخراجات' نئی نئی ذمہ داریاں جن میں یہ بکھرا بکھرا سا لڑکپن اکثر اوقات اپنے غم غلط کرنے کے لئے سگریٹ کے دھوئیں سے مرغولے بناتا رہتا' جن میں اپنے غموں کو تحلیل کر کے ختم کرنے کی ناکام کوشش کرتا رہتا تھا۔ اس کا بے سہارا لڑکپن اس وقت نہیں جانتا تھا کہ اللہ رب العزت نے اس کے لئے آنے والے دور میں کتنے سہاروں کا بندوبست کر رکھا ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کا نام تنظیم الاخوان گوجرہ کا ہر فرد ہی نہیں بلکہ تنظیم الاخوان پاکستان اور سلسلہ اویسیہ پاکستان کے تمام اکابرین کو معلوم ہے۔ اور گوجرہ کے علاقے کی ایک بڑی اکثریت اس کا نام بڑے احترام سے لیتی ہے۔ اس کا نام محمد ارشد ہے اور آج یہ گوجرہ میں تنظیم الاخوان کے صدر ہیں۔ محمد ارشد صاحب تقریباً" دس برس گوجرہ میں امیر سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔ اس کے بعد تقریباً" پانچ سال تک امیر سلسلہ اور صدر تنظیم الاخوان دونوں کی ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔

کچھ دوست ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے دوست کی ہر بات مان لیتے ہیں۔ یہ بھی انہی میں سے تھے۔ ابتدائے زمانہ میں جب میں نے انہیں ذکر کی دعوت دی تو بن پرکھے' سوچے انہوں نے حق دوستی نبھا دیا۔ جوں جوں ذکر کرنا شروع کیا' ذکر کا نشہ رگ و پے میں سرایت کرتا چلا گیا۔ پھر وہ لمحے نصیب ہوئے جب انہیں منارہ میں حضرت جیؒ کی خدمت میں پہنچنے کا شرف حاصل ہوا۔ نماز مغرب کے بعد ذکر شروع ہونے والا تھا اور یہ بے ریش لڑکا جماعت کی دوسری طرف صف کے آخری کنارے پر بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت جیؒ نے ہزار پردوں میں چھپی ہوئی اس بچے کی قلبی کیفیت کو دیکھ کر فرمایا کہ اس بچے کو میرے پاس بھیج دو۔ انہوں نے جناب ارشد صاحب کو اپنے قریب بٹھالیا اور ایک ہی نظر سے آنے والے وقت کے لئے تیار کر دیا۔ اس وقت سے لے کر آج تک ہر لمحہ ان کے لئے ترقی کا پیغام لے کر آیا۔ منارہ سے واپسی پر ارشد صاحب نے اپنے کام کا آغاز اسی طریقہ سے کیا جس طریقہ سے ہمیں حکم دیا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے کام کا آغاز دعوت ذکر سے کیا اور بڑے جنون سے کیا۔ جمعرات کو ہمارا ہفتہ وار ذکر ہوتا تھا اور بدھ کو ارشد صاحب سلسلہ عالیہ کے تمام احباب کو مل کر اطلاع کرتے کہ کل بروز جمعرات ہفتہ وار پروگرام پر ضرور پہنچیں۔ اس کام کے لئے وہ اپنی سائیکل استعمال کرتے تھے۔ اس یاد دھانی کا یہ اثر ہوا کہ جو احباب سستی کرتے تھے وہ بھی پروگرام پر پہنچنا شروع ہو گئے۔ اس طرح وہ احباب جو کسی وجہ سے ہفتہ وار پروگرام پر نہ پہنچ پاتے' اگلے روز ارشد صاحب اپنی سائیکل پر ان احباب کے گھروں میں یہ پتہ کرنے جاتے کہ آپ پروگرام پر کیوں تشریف نہیں لا سکے؟ اس کے علاوہ اگر یہ پتہ چلتا کہ فلاں شخص بیمار ہے تو اس کی عیادت کے لئے تشریف لے جاتے' کسی ساتھی کا کوئی مالی پرابلم ہوتا تو کسی دوسرے ساتھی کی مدد سے اس کی مشکل حل کرنے کی کوشش کرتے۔ یہ طریقہ کار آج بھی اسی طرح چل رہا ہے۔ آج جب کہ صدر الاخوان کی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں انہیں گوجرہ کے تمام دور نزدیک کے احباب کے ٹیلیفون نمبرز اور تمام احباب کی رہائش گاہوں کا ایڈریس معلوم ہے۔

یہی نہیں بلکہ انہیں تنظیم کے تمام احباب کے متعلق معلوم ہے کہ کس گھر کے لوگ کس حال میں بستے ہیں۔ حلقہ ذکر کے احباب میں سے کس گھر کا فرد بیمار ہے۔ حلقہ احباب کے ساتھیوں کی مجبوریاں کیا ہیں؟ ان کی ضروریات کیا ہیں؟ باوجود اس کے کہ ان کی اپنی مالی حالت خاصی کمزور ہے مگر پھر بھی ان کی خواہش ہوتی ہے کہ ہر آنے والے کی خدمت کی جائے۔ انہیں دیکھ کر اکثر سوچتا ہوں کہ شاید امیرالمومنین کی بڑی ڈیوٹی یہی ہوتی

ہے کہ خبر رکھے کہ اس کی حدود میں کون کس حال میں ہے اور یہ اسی طرز پر کام کر رہے ہیں۔ اللہ نے انہیں صاحب بصیرت بھی بنایا ہے۔ برملا کہا جا سکتا ہے کہ گوجرہ کی کارکردگی کے تین حصے انہی کی کاوشوں کا نتیجہ ہیں۔ بلکہ میں برملا کہوں گا کہ حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی کے تربیت یافتہ احباب کو اگر کہیں پیش کرنا ہو تو انہیں بڑے فخر سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ اور اس طرح جو کل کا تنہا تنہا بکھرا ہوا شخص تھا۔ آج اس پر ہزاروں لوگ فدا ہونے کے لے تیار ہیں۔

آیئے اس شخص کی طرف جو گوجرہ میں پہلے شخص کے آنے کا سبب بنا۔ جس نے محمد احمد کو دلائل السلوک کتاب پڑھنے کے لئے دی تھی اور جس کے سبب یہاں حلقہ ذکر کی بنیاد پڑی۔ ان کا نام ماسٹر عبدالرشید ہے۔ یہ وہ ساتھی ہیں جو گوجرہ کی جماعت میں سب سے زیادہ زور سے ذکر کرنے والے ہیں۔ ایک دن فرما رہے تھے کہ مجھ پر اللہ کریم کا ایک خاص احسان یہ بھی ہے کہ اگر میری کسی نماز میں کمی رہ جائے مثلاً" کوئی رکوع سجود کی کمی یا کبھی کوئی کپڑے کی الائش وغیرہ تو اللہ کریم مجھے خواب میں بتا دیتے ہیں کہ اپنی نماز کو دوبارہ لوٹا لو۔ اور میں وہ نماز دوبارہ درست کر کے پڑھ لیتا ہوں۔ یہ ان کا ایک مختصر واقعہ ہے مگر اس پر بھی میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ بات نماز کی درستگی پر ہی ختم نہیں ہو جاتی بلکہ روز قیامت یہ وہ شخص ہو گا کہ جس کی تمام نمازیں اللہ کریم کے نزدیک پسندیدہ ہونگی اس کے تمام سجدے بارگاہ خداوندی میں مقبول ہونگے۔ آج میں انہیں دیکھ کر بے ساختہ کہہ سکتا ہوں کہ اللہ جسے دینے پر آتا ہے اس پر اپنے کرم کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اور اس سے براہ راست باتیں کرنے لگتا ہے۔ اس کی خامیوں کو خود ہی دور کر دیتا ہے اور اس سے پیار کرنے کا حق ادا کر دیتا ہے اور ان محبتوں کا پتہ میدان محشر میں لگے گا۔

ہمارے یہاں سلسلہ عالیہ میں جو سب سے عمر رسیدہ شخص حلقہ ذکر میں سب سے پہلے تشریف لائے ان کا نام چاچا محمد علی صاحب ہے۔ ابتدائی دور میں جب یہ سلسلہ عالیہ میں تشریف لائے تو اس وقت ان کی عمر 80 سال کے لگ بھگ تھی۔ ان کا تعلق چک 96 ج ب سے ہے۔ یہ بالکل ان پڑھ ہیں۔ جب یہ سلسلہ عالیہ میں تشریف لائے تو انہیں نماز تک نہ آتی تھی سلسلہ کے ساتھیوں نے انہیں نماز سکھائی اور دوسرے ارکان دین سکھائے۔ یہ وہ شخص ہے کہ جس دن سے سلسلہ عالیہ میں تشریف لائے ہیں نہ ان کی فرض نماز قضا ہوئی اور نہ ہی ان کی تہجد قضا ہوئی ہے۔ ان میں ایک وہ خوبی موجود ہے جو کسی دوسرے ساتھی میں نہیں وہ یہ کہ پہلے دن سے آج تک دو مرتبہ نہیں بلکہ دن میں تین مرتبہ پابندی سے روزانہ ذکر کرتے ہیں۔

اب میں اس عالم دین کے لئے چند سطور تحریر کروں گا جو سلسلہ عالیہ میں بیعت ہوئے اور اپنے گاؤں میں ایک بڑی جماعت بنانے کا سبب بنے۔ اللہ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے (آمین) یہ آج ہم میں موجود نہیں ہیں۔ یہ مدرسہ دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ ضعیف العمری تھی مگر مجبوری یہ تھی کہ جس ہستی کو زندگی بھر تلاش کرتے رہے وہ آخری لمحوں میں میسر آسکی۔ میں نے انتہائی تکلیف کی حالت میں انہیں سفر کرتے دیکھا' حضرت شیخ المکرم مدظلہ کے اکثر پروگراموں میں شرکت فرماتے اکثر پروگرام جو لاہور' فیصل آباد' ٹوبہ عبدالحکیم یا منارہ میں ہوتے وہاں ضرور پہنچتے۔ میں نے انہیں شدید بخار میں بھی سفر کرتے دیکھا اور اس حالت میں ان کے یہ الفاظ بھی سنے' اے اللہ تو نے زندگی کو زندگی بھی دی تو کس عمر میں دی' اے کاش مجھے یہ لمحے پہلے نصیب ہوتے بڑا باہمت عالم دین تھا جو ایک صدی کی مسافتوں کا بوجھ اور ایک صدی کے بے چین لمحے اٹھائے پھرتا رہا۔ بالآخر اللہ کریم نے اپنے فضل وکرم سے اسے وہ منزل دے دی جس کا وہ متلاشی تھا۔ ان کا اسم گرامی مولوی احمد حسن تھا۔

میں نے حکیم محمد صادق صاحب اور حافظ عبدالرزاق صاحب کا انتہائی مختصر سا تعارف کروایا ہے۔ اس کے بعد یہاں ایک اور نام بھی آئے گا' جس کے بغیر گوجرہ کی رپورٹ ادھوری نظر آتی ہے وہ نام حاجی محمد شکیل صاحب جن کا تعلق سرگودھا شہر سے ہے' ان کا ہے۔ ہمارے صاحب مجاز بزرگ ہیں۔ 1992ء میں جب حکیم محمد صادق صاحب کی ذمہ داریاں دور دور تک پھیل گئیں تو مرکز کی طرف سے جناب شکیل صاحب کی ڈیوٹی گوجرہ لگا دی گئی۔ 1992ء سے لے کر 1997ء تک جس محنت وجانفشانی سے

انہوں نے ڈیوٹی سرانجام دی وہ بڑی قابل فخر ہے۔ گوجرہ سے سرگودھا تک کا سفر 125 کلو میٹر کے قریب ہوگا۔ اور پھر سرگودھا سے فیصل آباد تک کا زیادہ حصہ انتہائی خراب' ٹوٹی پھوٹی سڑک' گرمی ہو یا سردی' بارش ہو یا طوفان' کوئی چیز انہیں ان کے مشن سے نہ روک سکی۔ ان کا انتہائی خوبصورت چہرہ' گفتگو کا پروقار انداز پاس بیٹھنے والے کا دل موہ لیتا۔ مغرب کے بعد بیان فرماتے تو نماز کی تاکید کا انداز منفرد ہوتا جو بالآخر فکر و آخرت اور اللہ کی یاد پر ختم ہوتا۔ یہ سب وہ لوگ ہیں جو اپنے پاس سے کرایہ خرچ کر کے آتے رہے۔ گاڑی پاس ہوتی تو پیٹرول خود ڈلواتے اللہ کے راستے کے تمام اخراجات خود برداشت کرتے۔ ان حضرات کو دیکھ کر بے ساختہ زبان پکار اٹھتی بار الہا تو ان ہستیوں کے درجات اور بلند فرما جنہوں نے ان کی تربیت کی ہے۔ یہاں میں یہ بھی بتاتا چلوں کہ جس ہستی نے ان کی تربیت کی ہے' نہ وہ خود ہدیئے لیتے ہیں اور نہ ہی آگے خلیفہ مجاز حضرات کو ہدیئے لینے کی اجازت دی ہے۔ حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ ہدیہ لینا سنت صلی اللہ علیہ وسلم ہے مگر یہ اچھا نہیں لگتا کہ ایک شخص لیتا ہی رہے۔ ہاں برابری کی بنیاد پر اچھا لگتا ہے۔ ہو سکتا ہے مجھے اس فقرے کو سمجھنے میں کچھ فرق رہ گیا ہو۔ کچھ ایسے ہی کلمات دیر ہوئی میں نے سنے تھے۔ میں نے صاحب مجاز حضرات کو دیکھا کہ اکثر نہایت چھوٹی اور بے قیمت چیز بھی قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ میں جناب شکیل صاحب کا واقعہ سناتا ہوں چونکہ میری دوکان اسلحہ کی ہے اس لئے کسی کو اگر لائسنس پر گولی کارتوس خریدنا ہو تو اپنے ساتھیوں سے خصوصی رعایت کر دی جاتی ہے۔ ایک روز جناب شکیل صاحب نے مجھ سے اپنے ریوالور کے لئے چھ عدد گولیاں لیں۔ مجھے پیسے پوچھے' میں نے لینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمانے لگے حضرت شیخ المکرم مدظلہ نے مفت چیز لینے سے منع کیا ہوا ہے لہٰذا نہیں لے سکتا۔ اور یہ میں جانتا ہوں کہ میں نے انہیں کتنا مجبور کیا۔

بات چل نکلی تو کچھ اور سہی۔ حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی کے خادم خاص جناب احمد نواز صاحب بلکسار والے جو ایک طویل مدت حضرت جیؒ کے خادم خاص رہے انہوں نے مجھ سے اپنے پچیس بور کے پسٹل کی گولیاں خریدیں۔ میں نے پیسے لینے سے انکار کر دیا۔ باوجود اس کے کہ انہیں مجھ سے بلا کی محبت ہے اور مجھے بھی ان سے کچھ نہ کچھ ہے مگر اس روز دونوں محبتیں کام نہ آسکیں۔ ان کے کورے پن میں مجھے حضرت مدظلہ العالی کا حکم صاف نظر آتا تھا۔ انہوں نے گولیاں واپس کرتے ہوئے صاف یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ حضرت مدظلہ العالی کا حکم ہے کہ مفت چیز نہیں لی جائے گی۔ جس پر مجھے پیسے لینے پڑے۔

ایک دفعہ خان محمد صاحب ہیڈ ماسٹر جو حضرت کے صاحب مجاز خلیفہ ہیں' انہوں نے مجھے اپنا لائسنس دیا کہ اس پر پسٹل چڑھا دیں۔ میں نے پسٹل کا اندراج کروایا۔ انہوں نے مجھے یہ تک بھی نہ کہا کہ رعایت کر دینا۔ آپ نے مجھ سے پیسے پوچھے۔ میں نے انکار کر دیا' میں نے عرض کیا جناب میری سعادت ہے کہ آپ قبول کر لیں۔ مگر وہی ہوا جو پہلے ہوتا چلا آیا تھا۔ میں نے جناب خان محمد صاحب کی بڑی منت سماجت کی مگر ان کی شخصیت بھی بڑی عجیب ہے۔ کسی کی تھوڑی سی تکلیف دیکھی تو چھلک اٹھے' کسی طرف سے ذرا خوشی ملی تب بھی اللہ کی عطا پر چھلک اٹھے۔ پھر مجھے ہارنا پڑا اور میں ان ہستیوں کے آگے ہمیشہ کے لئے ہار گیا۔ جس ہستی نے انہیں تراشا کچھ اسی انداز سے تراشا کہ ان کے ہر پہلو کی روشنی عجیب ہے ان کی تربیت کچھ اس انداز سے کی کہ انسانیت کی تمام خوبیاں ان میں جمع کر دی ہیں۔ اور یہ وہ ہستیاں ہیں کہ جن کا مقام و مرتبہ سمجھنا میرے لئے ناممکن ہے۔ مجھے وہ دن یاد ہے جس دن میں ملک خدا بخش کے لئے کارتوس کا ڈبہ لے کر گیا تھا مجھے معلوم نہیں کہ حضرت شیخ المکرم مدظلہ العالی کو کیسے خبر ہوئی؟ میں واپس آنے کے لئے دارالعرفان سے باہر نکل رہا تھا کہ حضرت مدظلہ کا آدمی بلانے آگیا۔ میں دفتر حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ خدا بخش کے لئے کارتوس لائے تھے میں نے عرض کیا جی ہاں! پھر پوچھا پیسے لئے ہیں میں نے کہا جی نہیں فرمانے لگے کہ نفع نہ سہی مگر اصل تو لے لیا کرو۔ یہ کہہ کر مجھے اپنی جیب سے پیسے نکال کر دے دیئے جس کا میں انکار نہ کر سکا۔

اب میں پھر اپنی بستی کی طرف لوٹتا ہوں۔ اب جس شخص کے حالات میں تحریر کر رہا ہوں اس کا نام نور حسین شاہ ہے۔ حلقہ

ذکر میں آنے سے پہلے یہ شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ گوجرہ میں شیعہ حضرات نے ان کے ذمے جو دینی امور لگائے ہوئے تھے وہ ہر سال امام بارگاہ سے گھوڑا نکالنا چھری کے ساتھ ماتم کروانا۔ شام غریباں کا پروگرام کرنا۔ شیعہ حضرات کو جمعہ پڑھانا وغیرہ تھے۔ آذان بھی خود ہی دیتے تھے۔ ان کے ساتھ ہمارے سلسلے کے ایک پرانے ساتھی جناب حکیم محمد رفیق صاحب کے بڑے گہرے مراسم تھے۔ اکثر اکٹھے سفر کرتے اور اٹھتے بیٹھتے تھے۔ انہوں نے نور حسین شاہ صاحب کو سلسلہ عالیہ کی دعوت دی۔ یہ واقعہ 1984ء کا ہے۔ لنگر مخدوم کا پروگرام شروع ہونے والا تھا۔ رفیق صاحب نے نور حسین شاہ صاحب سے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ لنگر مخدوم چلیں وہاں ہمارے پروگرام دیکھیں۔ اس کے علاوہ میں آپ کو اپنے بزرگوں سے بھی ملواؤں گا۔ اگر آپ کے ذہن میں کوئی سوال ہو تو وہ بھی اپنی تسلی کر سکتے ہو۔ دوستی میں انکار نہ کیا جا سکا اور شاہ صاحب جناب حکیم محمد رفیق صاحب کے ساتھ لنگر مخدوم تشریف لے گئے۔ شاہ صاحب نے رات کے قیام کے لئے مسجد کے آگے جو ستون سا ہے اس کے قریب بستر لگا لیا نماز عصر کے بعد رفیق صاحب نے ان کی ملاقات حافظ غلام جیلانی صاحب سے کروائی۔ شاہ صاحب نے چند سوالات حافظ صاحب سے کئے تو انہوں نے فرمایا کہ آؤ تھوڑی دیر کے لئے مزار پر مراقبہ کرتے ہیں۔ میں بھی آنکھیں بند کر کے مزار پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آنکھیں کھول دی گئیں۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ حضرت نے آپ کی باتوں کے جواب بھی دے دیئے ہیں۔ مگر مجھے کچھ بھی سمجھ نہ آیا۔ اور میں یہ سوچ رہا تھا کہ یہ لوگ میرے سوالوں کے جوابات نہ دے سکیں گے۔ شام کو جب کھانے کا وقت ہوا تو میں کھانے میں ننگے سر شریک تھا۔ مجھے کئی احباب نے کہا کہ سر ڈھانپ لیں مگر میں نے کہا میں تو ایسے ہی کھاتا ہوں اور ایسے ہی کھاؤں گا۔ مغرب کی نماز بھی میں نے اپنے ہی طریقہ سے ادا کی۔ مغرب کے بعد احباب ذکر کے لئے بیٹھ گئے۔ میں بھی آنکھیں بند کر کے ویسے ہی بیٹھ گیا۔ عشاء کی نماز پھر اپنے طریقہ سے پڑھی اور عشاء کے بعد بستر پر لیٹ گیا۔ تقریباً" ساڑھے بارہ بجے کے قریب میں بستر سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ آنکھیں کھولنے کی بہت کوشش کی مگر نہ کھل سکیں مگر میں جاگ رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ چار آدمی میرے پاس تشریف لائے۔ ان میں سے ایک صاحب چنگڑ انوالے والے تھے، دوسرے حضرت مولانا دین مدنی، تیسرے مولانا عبدالرحیم اور چوتھے حضرت مولانا اللہ خان صاحب تھے۔ یہ حضرات میرے پاس بیٹھ گئے، اور فرمانے کہ اب سوال کریں آپ کے تمام سوالوں کے جوابات دیئے جائیں گے۔ لہٰذا میں نے کچھ سوالات حضرت علیؓ کے بارے میں کئے پھر کچھ سوالات شہادت حسینؓ کے بارے میں کئے۔ ان تمام سوالوں کے مجھے انتہائی تسلی بخش جوابات ملتے رہے۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ اگر آپ مزید تسلی کرنا چاہیں تو ہم آپ کو حضرت امام حسینؓ کے پاس لئے چلتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ اب نہ تو میرا کوئی سوال باقی ہے اور نہ ہی مزید تسلی کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد چاروں بزرگ واپس تشریف لے گئے۔ اب میں نے آنکھیں کھولنا چاہیں تو فورا" کھل گئیں۔ میں اپنے بستر پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اٹھ کر وضو کیا اور پھر دربار پر حاضری دی اور دل ہی دل میں کہا کہ حضرت آپ سے ملاقات کا شرف تو حاصل ہو گیا ہے اب میری ہدایت کے لئے دعا فرما دیں۔ صبح ہوئی تو شیعہ مسلک کی آخری نماز فجر بڑی بے دلی کے ساتھ پڑھی۔ دل کی دنیا بدل چکی تھی۔ ٹوٹا پھوٹا ذکر اپنی سمجھ کے مطابق کیا۔ فجر کے بعد ناشتہ کیا پھر دل میں آیا کہ حضرت مدظلہ کے ہاتھ پر بیعت کرلوں۔ میں آگے بڑھ کر حضرت مدظلہ کو اپنا مختصر سا تعارف کروایا تو آپ اپنے دست شفقت پر بیعت لی۔ اور میرے لئے بڑی دیر تک گڑگڑاتے رہے اور کتنی دیر تک روتے رہے آپ بار بار یہ دھراتے رہے کہ اے اللہ اسے قبول کرلے۔

اس کے بعد جب میں نے رفیق صاحب کو بتایا کہ میں نے سلسلہ عالیہ میں بیعت کرلی ہے تو انہوں نے کہا نور حسین پہاڑ اپنی جگہ سے ہل سکتا ہے مگر آپ کا ملنا مشکل ہے۔ یہ ممکن نہیں۔ پھر جب باقی احباب نے بھی اس کی تصدیق کر دی تو رفیق صاحب نے بے ساختہ لپٹ کر مجھے مبارک باد دی۔ اس کے بعد مجھے شیعہ ازم کا سب کچھ بھول گیا۔ نہ نماز کا طریقہ یاد رہا اور نہ ہی باقی طور طریقے یاد رہے۔ واپس آکر میں فوری طور پر تبلی

جماعت کے ہمراہ چلا گیا۔ وہاں میں نے نماز اور باقی دین کی موٹی موٹی باتیں سیکھ لیں۔

چند روز بعد جب میں واپس گوجرہ پہنچا تو کچھ شیعہ حضرات میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کل جمعہ پڑھانے کے لئے تشریف لائیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ اب مجھے کچھ نہیں آتا۔ میں پچھلی ہر چیز بھول چکا ہوں۔ وہ احباب مجھ سے سخت ناراض ہوئے اور کہا کہ تم خارجی ہو گئے ہو۔ پھر شیعہ احباب اکٹھے ہو کر میرے والد صاحب کے پاس پہنچے اور کہا کہ تمہیں معلوم ہوا کہ نہیں؟ تمہارا بیٹا تو امام حسینؓ کے قاتلوں سے جاملا ہے۔ اس کے بعد میرے والد صاحب اور تمام رشتہ داروں نے میرا ہر طرح کا بائیکاٹ کر دیا۔ پھر ایک دن میرے والد صاحب نے دو شیعہ مولوی میرے ساتھ مناظرے کے لئے گھر بلالئے۔ انہوں نے سب سے پہلے آتے ہی مجھے سوال کیا کہ آپ نے اپنی داڑھی اتنی لمبی کیوں کرلی ہے۔ یہ سراسر ناجائز ہے۔ میرے والد نے خمینی کی تصویر کمرے میں لگوائی ہوئی تھی۔ میں نے اس طرف اشارہ کر کے کہا پہلے اس کی داڑھی چھوٹی کرواؤ۔ اس کے بعد انہوں نے چند سوال اور کئے مگر میں نے بھی انہیں لمبے ہاتھ لیا۔ ساری عمر تو میں نے بھی وہی جھوٹ بکا تھا جو اب وہ بک رہے تھے۔ خیر وہ شرمندہ ہو کر واپس ہوئے۔ پھر میں نے بھی آہستہ آہستہ اپنے والد صاحب کو دعوت دینا شروع کی۔ ایک روز جب ایک آدمی نے یہ کہا کہ تمہارا بیٹا تو اب پابندی سے دیوبندیوں کی مسجد میں نماز پڑھنے لگا ہے تو والد صاحب نے کہا کہ خیر ہے پڑھتا تو نمازیں ہی ہے کوئی سینما تو نہیں جاتا۔ ایک دفعہ منارہ میں دس روزہ تربیتی کورس شروع تھا تو میں وہاں چلا گیا۔ میرے کھیتوں میں مکئی کا ڈھیر لگا ہوا تھا میرے منارہ جانے کے بعد زبردست بادل چھا گئے اندھیرا ہو گیا۔ میرا پارٹنر مجھے دل ہی دل میں برا کہنے لگا۔ بارش برسنے والی تھی۔ میرا پارٹنر آسمان کی طرف دیکھ کر کہنے لگا' نور حسین آج تیرا پیر ضرور ہمیں مروا دے گا۔ اتنی مکئی کا سنبھالنا اس اکیلے کے بس کا روگ نہیں تھا۔ پھر مینہ برسا اور خوب برسا۔ سارے کھیت جل تھل ہوئے مگر مکئی والے کھیت میں بارش نہ ہوئی۔ یہ منظر گھر والوں نے بھی دیکھا اور باقی لوگوں نے بھی دیکھا۔ اس مرتبہ میری فصل بھی میرے اندازے سے کہیں زیادہ ہوئی۔

پھر میں نے اپنے بھائیوں کو حضرت مدظلہ کی کیسٹیں سنانا شروع کیں اور آج الحمد للہ وہ بھی شیعہ ازم سے بیزار ہو چکے ہیں اور مجھے امید ہے کہ کل آنے والا دن ان کے لئے بھی بہتری کی نوید لائے گا۔ انشاء اللہ۔

اس کے بعد میں نے اپنے بیٹے کو آٹھویں کلاس میں دارالعرفان داخل کروایا تاکہ وہ بھی تعلیم کے ساتھ ساتھ دین کو سیکھ سکے۔ اب الحمد للہ وہ بھی حضرت شیخ المکرم مدظلہ کے ہاتھ پر بیعت ہو چکا ہے۔

25 برس پر پھیلے ہوئے ان گنت واقعات چند صفحوں تک تو محدود نہیں ہو سکتے یہ تو دوچار واقعات ہی میں نے تحریر کئے ہیں۔ اور پھر جب حضرت شیخ المکرم مدظلہ ان احباب کو نفاذ اسلام کے لئے اور روئے زمین کو کفر اور ظلم سے پاک کرنے کے لئے انہیں میدان عمل میں لائے تو اس سعی کا نام "الاخوان" رکھا گیا۔ کیوں نہ میں ایک واقعہ تنظیم الاخوان کے ناطے سے تحریر کر دوں۔ تنظیم الاخوان کے ناطے سے عرصہ چار سال سے جناب نصراللہ بٹر صاحب کا ہم سے واسطہ ہے۔ یہ اپر پنجاب کے صدر ہیں۔ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ جس علاقے میں جایا جائے وہاں ایک ہلچل مچ جائے۔ ایک دن کے لئے تشریف لائیں تو ان کی خواہش ہوتی ہے کہ علاقے میں چھ پروگرام رکھے جائیں۔ ان کا مزاج ایسا ہے کہ دو منٹ پاس بیٹھنے والا شخص انہیں مدتوں کا دوست سمجھنے لگتا ہے۔ انہوں نے جتنے دن قیام کرنا ہوتا ہے یا سفر میں جتنے دن گزارنے ہوتے ہیں ان کے ہمراہ اتنے ہی سوٹ ہوتے ہیں۔ انتھک ریٹائرڈ مجسٹریٹ ہیں۔ انہوں نے گوجرہ میں بے شمار رابطہ پروگرام کئے مزدوروں سے خطاب کئے' تاجروں سے خطاب کئے۔ وکلاء سے خطاب کئے۔ دیہاتوں میں جہاں جہاں گئے دیہاتیوں کے دلوں میں بس گئے مجھے یاد ہے جب انہوں نے بار کو خطاب کیا تو وکلاء حیران رہ گئے اور انہوں نے بے ساختہ حضرت شیخ المکرم مدظلہ کے مشن کی سچائی کی تصدیق کی اور بے حد پسند کیا۔

یہ تو ہر کوئی جانتا ہے کہ جیسا کوئی کرتا ہے اسے ویسے ہی نتائج ملتے ہیں پچھلے سال میری بیٹی نے FSC کے پیپر دیئے تو تین ماہ

فارغ تھے۔ سوچا کیوں نہ گرمیوں کی تین ماہ کی چھٹیوں میں بچیوں کی کلاس کو فری ٹیوشن پڑھائی جائے اس پروگرام کے تحت آٹھویں' نویں اور دسویں کلاس کی سائنس اور آرٹس کی بچیوں کے لئے کلاسیں شروع کی گئیں۔ تین ماہ میں سال بھر کا کورس ختم کروایا گیا ہر ماہ سٹوڈنٹس کے ٹیسٹ لئے گئے۔ چھٹیوں کے اختتام پر فائنل ٹیسٹ ہوئے ساتھ ساتھ دینی پروگرام کا بھی اہتمام کیا گیا۔ اور پھر آخر میں اختتامی تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ حضرت مدظلہ العالی نے اپنے ہاتھ سے انعامات تقسیم کئے۔ حضرت مدظلہ کا بیان ہوا بچیوں کے والدین کے علاوہ تقریب میں تنظیم الاخوان کے شعبہ "الاخوان" کی کثیر تعداد نے حصہ لیا۔ پروگرام میں کم از کم دو ہزار کے قریب عورتوں نے حصہ لیا۔ علاقہ گوجرہ میں آج سے پہلے اتنی کثیر تعداد میں کبھی بھی عورتوں کا پروگرام دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ 25 برس پر پھیلی ہوئی گوجرہ کی عظیم داستان میں سے میں نے دوچار احباب کے واقعات تحریر کئے ہیں' اور جن کے واقعات تحریر نہیں کئے گئے وہ احباب بھی سمندر میں پھیلی ہوئی موجوں کی طرح ہیں' جن کا رخ کفر کی پھیلی ہوئی بستیوں کی طرف ہے۔ ان کے سینے کس قدر محبت الٰہی سے پر ہیں؟ ان کے جذبوں کو ماپنے کا کوئی پیمانہ نہیں۔ یہ سب کے سب اللہ و رسول کے نام پر اپنی زندگیاں نچھاور کرنے کے لئے بے چین رہتے ہیں۔ وہ ہستی جو ہماری تربیت کرتی ہے وہ ہمیں صرف نماز روزہ اور باقی اعمال ہی کی تاکید نہیں کرتی بلکہ اللہ و رسول کے نام پر کٹ مرنے کا طریقہ بھی بتاتی ہے۔ اور جس اہتمام سے ہمیں نفاذ اسلام کے لئے تیار کیا گیا ہے' یہ ایک الگ داستان ہے۔

اللہ رب العزت اس ہستی کے درجات بہت بلند کرے جس نے ہمیں جینے کا سلیقہ سکھایا اور جس نے ہمیں یہ بتایا کہ بنیاد پرست کیسے ہوتے ہیں؟ اور جس نے ہمیں واقعی بنیاد پرست بنا دیا۔ اور اب ہم صرف بنیاد پرست ہی نہیں بلکہ ہم بنیاد پرستی میں انتہا پسند اور جنونی ہیں۔ اب ہم کچھ کر دینے کے لئے بیتاب ہیں۔ اب ہم اس ہستی کے اشارے کے منتظر ہیں جنہوں نے برسوں ہمیں رزق حلال کھلایا' اللہ اللہ کروایا اور اللہ رسول ﷺ کے قریب کر دیا۔ ہم سمندر میں پھیلی ہوئی موجیں طوفان بننے کے لئے تیار کھڑے ہیں۔

ہم نے اپنی تیاری مکمل کرلی ہے کون کہاں سے نکلتا ہے یہ وہ اللہ ہی جانتا ہے۔ وہ جب چاہتا ہے کمزور سے طاقتور ظالم کی گردن تڑوا دیتا ہے۔ اب پھر وہ گھڑی آن پہنچی ہے کہ وقت کا موسیٰ آج کے فرعونوں کی گردنیں توڑنے کے لئے اپنی فوج کے ہمراہ تیار کھڑا ہے۔ ابھی چند لمحے باقی ہیں' اگر کوئی بنیاد پرستوں کے اس لشکر میں شامل ہونا چاہے تو شامل ہو کر اللہ کی بارگاہ میں سرخرو ہو سکتا ہے۔

یہ سرزمین گوجرہ جہاں بیٹھ کر میں یہ چند حروف لکھ رہا ہوں' یہ زمین کبھی اللہ اللہ کرنے والوں کے قدموں کو ترستی تھی۔ آج اس زمین کے سینے پر بے شمار صاحب منصب ہستیوں کے قدموں کے انمٹ نقوش جا بجا نظر آتے ہیں۔ جنہیں زمانے کی آندھیاں اور وقت کی گرد کبھی چھپا نہ سکے گی۔ آج یہ وہ سرزمین گوجرہ ہے۔ جس کی مٹی نے عظمت کے جن بلند میناروں کے قدموں کے بوسے لئے ان میں جناب قبلہ امیر الاخوان حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ' جناب حافظ عبدالرزاق صاحب' جناب کرنل مطلوب حسین صاحب' جناب میجر مقبول احمد شاہ صاحب' جناب حکیم محمد صادق صاحب' جناب کرنل غلام سرور صاحب' جناب حاجی شکیل احمد صاحب' جناب عظمت اللہ صاحب' جناب ہیڈ ماسٹر خان محمد صاحب' حضرت کے خادم خاص جناب احمد نواز صاحب بھکربار والے' جناب نذیر احمد مخدوم صاحب' جناب حافظ غلام قادری صاحب' جناب آفتاب اقبال احمد صاحب' جناب کرنل عبدالقیوم صاحب اور جناب نصراللہ بٹر جیسی ہستیاں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ بے شمار ہستیاں ایسی ہیں جنہیں کمزور ذہن محفوظ نہ رکھ سکا۔ آج بھی اگر کوئی صاحب نظر ڈھونڈے تو جابجا' مساجد گلیوں' بازاروں اور دیہاتوں میں ان کے قدموں کے نقوش چمکتے دمکتے نظر آئیں گے۔

باتیں ہجر و وصل کی بے شک شعروں میں ڈھل جاتی ہیں
وصل و ہجر کو قلب وجگر پر یوں سہنا آسان نہیں

تصوف و سلوک کا مفہوم

خطاب مولانا محمد اکرم، دار العرفان منارہ 98-7-24

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

قرآن حکیم نے جو چہارگانہ فرائض نبوت ارشاد فرمائے ہیں ان میں بنیادی بات یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ کے بندوں کے ساتھ رشتہ اللہ کے حوالے سے ہے۔

انسانی رشتوں کے مختلف پہلو ہیں، کہیں نسب کا، کہیں خون کا رشتہ ہے کہیں قرابت داری کا، کہیں کاروبار کا، لین دین کا، تعلق اور رشتہ ہے کہیں دوستی یا دشمنی کا۔ غرض جتنے پہلو بھی انسانی رشتوں کے اندر انسانی تعلقات کے ہیں ان میں اللہ کے رسول ﷺ کا رشتہ منفرد ہوتا ہے اور صرف اللہ کے حوالے سے ہوتا ہے۔ اللہ کی مخلوق کو نبی، اللہ کے حوالے سے جانتا ہے، پہچانتا ہے، اس حوالے سے اس سے بات ارشاد فرماتا ہے اور بنیادی طور پر نبی اور رسول کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اللہ کی یہ مخلوق بھی اللہ کو پہچانے۔ یہ سب سے عظیم تعلق ہے جو انسانوں کے مابین ہوتا ہے۔ نبی اسی حوالے سے اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے۔

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ۔ اللہ کا پیغام اللہ کی مخلوق کو پڑھ کر سناتا ہے جو خوش قسمت اس پیغام کو قبول کر لیتے ہیں۔

وَيُزَكِّيْهِمْ ان کا تزکیہ فرماتا ہے۔ تزکیہ کیا شے ہے؟ ہر انسان کے دل کے اندر نہاں خانہ دل میں کچھ احساسات ہوتے ہیں بڑے نازک سے جہاں وہ متوجہ ہو جائیں، جہاں ان کا کوئی رشتہ بن جائے، جو چیز، جو شخص، جو کام، ان احساسات کو بھلا لگنے لگے تو وہاں محبت پیدا ہوتی ہے اور جو چیز ان احساسات سے ٹکرائے، ان لطیف احساسات کو مجروح کرے، انہیں ناگوار محسوس ہو تو وہاں سے نفرت کی بنیاد پڑتی ہے، دشمنی کی بنیاد پڑتی ہے۔ اب چونکہ انسانی احساسات ہیں، انسانی جذبات ہیں اور انسان کی عقل بھی محدود ہے، اس کی نظر بھی محدود ہے، اس کا علم بھی محدود ہے تو وہ کسی بھی چمکدار شے کو سونا سمجھ کر اس سے اپنا رشتہ پیدا کر سکتا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ لوگوں کا تعلق دولت سے بن جاتا ہے وہ دولت کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور اسے جمع کرنے کے لئے بے شمار ذرائع اختیار کرتے ہیں۔ پھر انہیں دولت سے اس حد تک پیار ہو جاتا ہے کہ اسے خود خرچ کرنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ دولت کی از خود کوئی حیثیت نہیں یہ انسانی ضروریات کی تکمیل کا ایک ذریعہ ہے کہ جس کے پاس سرمایہ ہوگا وہ لباس اچھا پہن سکے گا، جس کے پاس سرمایہ ہوگا اچھا گھر بنالے گا، آرام سے رہ سکے گا، اچھا کھانا کھالے گا، اچھی گاڑی رکھ لے گا لیکن جب اسے محبت ہو جاتی ہے اس سے۔ تو پھر وہ اسے خرچ بھی نہیں کرتا محض دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہتا ہے۔ اسے جائز ناجائز ذرائع سے جمع کرتا رہتا ہے۔ انبار لگاتا رہتا ہے اور حساب کر کے خوش ہوتا رہتا ہے کہ میرے پاس اتنا سرمایہ ہو گیا ہے اتنا ہو گیا اور اس سرمایہ سے جو سہولتیں حاصل کی جانا چاہئیں وہ بھی نہیں کرتا اس مرض میں عام آدمی ہی نہیں بلکہ بڑے بڑے ارب پتی اور ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو ملک پر حکمران بھی رہے ہیں ملکوں پر حکومتیں کی ہیں لیکن جب ان کی آپ ذاتی زندگی کو دیکھتے ہیں تو انہیں کہیں جانا ہو تو گاڑی دوسرے کی استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ کہیں ٹھہرنا ہو تو وہاں بل نہیں دینا چاہتے کسی کے ذمے لگانا چاہتے ہیں یعنی چھوٹی چھوٹی باتوں میں تھوڑا تھوڑا پیسہ بچانے کی کوشش میں لگے ہوتے ہیں اس لئے کہ دولت کی محبت ان کے دل کے ان لطیف جذبات میں رچ بس گئی۔ اب ان کے اس عمل کے خلاف جو بھی کوئی کرے گا اس سے انہیں نفرت ہو جائے گی۔

اس طرح کسی کو شہرت و ناموری کا چسکا پڑ جاتا ہے پھر اس کے لئے وہ جان مال تک لگا دیتا ہے لیکن جو بات نبی علیہ الصلوٰۃ

والسلام کی ہے وہ یہ ہے کہ جو بندہ آپ ﷺ کی دعوت قبول کرتا ہے آپ ﷺ اس کے دل کے آئینے کو اس طرح چاہتے ہیں اور کر دیتے ہیں کہ اس آئینے میں اسے جمال تا ہے۔ وہ جو کسی نے کہا تھا:

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرہ گردن جھکائی دیکھ لیا

تو نبی کا کمال یہ ہوتا ہے کہ وہ انسانی قلوب کو جن پر طلب جاہ کا' اللہ کی نافرمانی کا' دولت کی محبت کا' حب دنیا کا زنگ اور دوسری کدورتوں اور نفرتوں کی جو ظلمتیں تہہ در تہہ پڑی ہوتی ہے انہیں ہٹا کر اس آئینے کو اس طرح سے صیقل کرتا ہے کہ آدمی ایک عجیب شے بن جاتا ہے۔

مثلاً" ایک میدان کار زار میں ایرانین ایمپائر کے خلاف لڑتے ہوئے ایک مجاہد کے ہاتھوں ایک ایرانی شہزادہ قتل ہوا اور اس نے سر پہ جو کلاہ پہن رکھا تھا تاج نما اس پر کروڑوں روپے کے ہیرے لگے ہوئے تھے۔ اس نے وہ کلاہ اٹھا لیا تاکہ کسی گھوڑے کی ٹاپ کے نیچے نہ آجائے یا کوئی دشمن نہ اٹھالے اب وہ کلاہ لے کر میدان میں جہاد بھی نہیں کر سکتا تھا تو وہ امیر کے خیمے کی طرف بھاگا اور اس نے جا کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا کہ یہ بہت قیمتی کلاہ ہے یہ شہزادہ میرے ہاتھوں قتل ہوا اس کے سر پہ تھا یہ رکھ لیجئے۔ وہ جمع کرا کے واپس بھاگا جنگ میں شامل ہونے کے لئے تو انہوں نے پیچھے سے آواز دی کہ ٹھہر جاؤ' رک جاؤ مجھے کم از کم اپنا نام تو بتا جاؤ کہ تم کون ہو' کس یونٹ سے ہو' کس کمانڈار کے ماتحت ہو۔ وہ ذرہ سا رکا اور اس نے کہا کہ میں جس کے لئے لڑ رہا ہوں وہ میرے نام سے واقف ہے۔ یعنی اسے یہ ضرورت ہی نہیں تھی کہ اسے کوئی شاباش دے کہ تم نے شہزادہ قتل کر کے دشمن کی فوج کی کمر توڑ دی اور کروڑوں روپے کے جواہرات جمع کروا دیئے اس نے کہا میں نے کسی کے لئے کچھ نہیں کیا جس کے لئے کر رہا ہوں وہ جانتا ہے۔ ایک عام آدمی جو سپاہی ہے' میدان جنگ میں لڑ رہا ہے اس کے نہاں خانہ دل کو برکات نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح روشن کر دیا کہ اب وہ ذات باری کو اپنے دل کے اندر پاتا ہے اور ذات باری کو اپنے ہمراہ پاتا ہے اپنے ساتھ پاتا ہے اور اس کی یہ کیفیت ہے۔

وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے جب یہ لمحہ آیا تو اب ضرورت پیش آئی کہ رب جلیل کے ساتھ رشتہ رکھنے کا انداز کیا ہو گا اس کے آداب کیا ہوں گے اس کی حدود وقیود کیا ہوں گی کس طرح سے وہ رشتہ استوار رہے گا اور کون سی کمی یا کوتاہی اس رشتے کو توڑ دینے کا سبب بن سکتی ہے جب یہ موقعہ آیا تو فرمایا:

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ۔ اللہ کا رسول ﷺ انہیں اللہ کی کتاب کی تعلیم دیتا ہے کہ یہ ساری باتیں کتاب اللہ سے نصیب ہوتی ہیں کہ کس طرح سے اللہ کریم کے ساتھ بندے کا رشتہ محبت استوار رہے گا۔ کس طرح اک ذرہ بے مقدار ایک خالق کائنات کے ساتھ اپنا تعلق جوڑ کر رکھے۔ اس کی حیثیت کیا ہوگی' اس کی شان کیا ہوگی' اس کی عظمت کیا ہوگی' یہ بات کس انداز سے کرے گا' یہ مانگے گا کیا' اس کی ضرورت کیا ہے اور یہ کہاں کن حدود تک اپنے دنیوی امور میں جا سکتا ہے' کہ اس رشتے میں دراڑ نہ آئے اور کون سی حد عبور کی تو رشتہ ٹوٹنے کا خطرہ ہے۔

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ قرآن حکیم میں اول و آخر تمام دنیا و آخرت کی ضرورتوں کا تعین بھی کر دیا گیا ہے اور سلیقہ اور طریقہ بھی سکھا دیا گیا ہے لیکن قرآن اجمال میں بات کرتا ہے اور وہاں تفصیل کی ضرورت پیش آتی ہے اور وہ تفصیل فرمائی محمد رسول اللہ ﷺ نے۔ یاد رکھیے! جس طرح قرآن وحی الٰہی ہے اسی طرح قرآن کی ہر وہ تفسیر جو نبی کریم ﷺ نے فرمائی وہ بھی وحی الٰہی ہے اور قرآن کا انکار جس درجے کا کفر ہے اسی درجے کا کفر صحیح حدیث کا انکار ہے۔

وحی دو قسم کی ہوتی ہے (1)۔ وحی متلو یعنی وہ وحی جس کی

تلاوت کی جاتی ہے اس کے الفاظ وہی ہیں جو وحی میں نازل ہوئے اور (2)- وحی غیر متلو- وہ وحی جس کی تلاوت نہیں ہوتی جس میں مفہوم وہی ہوتا ہے جو اللہ نے نازل فرمایا اور الفاظ محمد رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہیں- اس لئے اسے حدیث نبوی ﷺ کہتے ہیں- تو صفائے قلب کے بعد ضرورت انسانی بن جاتی ہے کہ اسے قرآن کی تعلیمات اور اس تفسیر قرآن کی سمجھ آئے جسے آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمائی اگر ہم اس عنوان پہ بات کریں تو بات بہت لمبی ہو جائے گی ایک ایک حکم پر بات کرنا تو کسی ایک مجلس کے بس کی بات نہیں ہے لیکن اس کا حاصل اگر ہم سمجھنا چاہیں تو وہ ممکن ہے- قرآن میں ایمانیات ہیں اللہ کی ذات اس کی صفات آخرت فرشتے روز حشر' روز جزا' تقدیر' قدرت باری' فرشتے' جنت' دوزخ ان سب کے ساتھ ایمان- ایمانیات کے بعد اوامر ہیں' احکام ہیں' یہ کرنا ہے یہ کرنا ہے نواہی ہیں' یہ نہیں کرنا اس سے رک جانا ہے پھر وعدہ ہے اور وعید' نیکی پہ انعام کا وعدہ ہے خطا پر سزا کا وعید- ان سب کا اگر مطالعہ کیا جائے تو حاصل یہ ہوتا ہے کہ جب قلب صیقل ہو تو عبادات میں لطف آتا ہے-

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ پھر تو سجدہ کرے تو تجھے یقین ہو کہ تو اللہ کو روبرو دیکھ رہا ہے اور اس کے سامنے سجدہ کر رہا ہے-

فالم تکن تراہ فانہ یراک- اور اگر اتنی تیری اڑان نہیں ہے کہ تو یہ سمجھ سکے کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے تو کم از کم درجہ یہ ہے کہ تجھے یہ یقین ضرور ہو کہ میرا رب مجھے دیکھ رہا ہے اب اس کے بعد اوامر و نواہی کا جائزہ لیں- اوامر میں ایک خاص حد کے اندر رہتے ہوئے ایسے امور ہیں جن میں آپ کی زندگی بھی بسر ہو' آپ دنیوی رزق بھی کمائیں' آپ بچے بھی پالیں' آپ اپنا گھر بھی بنائیں اور ان سب کے ساتھ اللہ کے ساتھ جو رشتہ اور تعلق ہے وہ بھی مضبوط رہے اس میں دراڑ بھی نہ آئے سارے اوامر میں وہ حدود بیان کر دی گئیں ہیں کہ ان کے اندر رہ کر یہ کام کرنا ہے-

جب ہم نواہی کا جائزہ لیتے ہیں تو اس کا حاصل صرف یہ ہوتا ہے کہ یہاں پر تمہاری آزادی کی حد ختم ہو گئی اور اس سے آگے دوسرے کی آزادی شروع ہو گئی- ہر بندہ آزاد ہے' ہر بندہ صرف اللہ کا بندہ ہے اور کسی فرعون کو' کسی طاغوت کو' کسی شیطان کو بندوں پر مسلط ہونے کی کوئی اجازت نہیں اور یہ سب سے بڑا ظلم ہے کہ کوئی اللہ کی مخلوق پر فرعون بن کر سوار ہو اور ان کے حقوق پامال کرے اور ان کو ایذا میں مبتلا کرے یہ سب سے بڑا جرم ہے- لہٰذا ایک عام آدمی کو بھی نواہی نے وہ حدود بتا دیں کہ اس سے آگے دوسرے کی ایذا شروع ہو جاتی ہے- یہاں تک تیرا آرام ہے لیکن اس سے آگے بڑھے گا تو تیرے آرام کے ساتھ دوسرے کو تکلیف شروع ہو جائے گی جس کی اجازت نہیں دی جا سکتی-

پھر جب ہم جاتے ہیں وعدے کی طرف کہ اللہ نے کن باتوں پہ اپنی رضا کا' اپنے انعامات کا وعدہ کیا تو سب سے بڑی بات جو وہاں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ زمین پر جس بندے نے اللہ کے بندوں کے حقوق کے تحفظ کی بات کی' جس بندے نے اللہ کے بندوں سے ظلم کو دور کرنے کی بات کی' جس بندے نے اللہ کے بندوں کے آرام یا آبرو یا تحفظ کا سوچا اور اس کے لئے محنت کی' جان دی' جہاد کیا' قربانی دی' مال دیا' سب سے بڑے انعام کا مستحق وہ ہے- آپ نے دیکھا اولیاء اللہ اور صوفیاء کو کہ برسوں گوشے میں گزار گئے- آدمی ہو' اولاد آدم ہو اور وہ تنہا رہے یہ تو اس کے مزاج کے ہی خلاف ہے- یہ لوگ تنہا نہیں رہتے ان کی خلوتوں میں بھی ان کا بے شمار ساتھ ہوتا ہے- سب سے بڑا ساتھ اللہ کی ذات ہوتی ہے اللہ کا جمال ہوتا ہے' اس کا ذکر ہوتا ہے' اس کی تجلیات ہوتی ہیں- بعض حضرات نے بعض بڑے بڑے نامور صوفیوں نے آبادیاں چھوڑ دیں' ویرانوں میں جا کر بیٹھ گئے اور برسوں گزار دیئے لیکن جب ہم اس کے نتائج کی طرف آتے ہیں تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جتنے حضرات گوشہ

نشین ہوئے جتنے حضرات آبادیوں سے باہر چلے گئے جب سے انہوں نے انسانوں سے رشتہ توڑا' ان کے منازل سلوک جس مقام پر تھے وہیں پر رک گئے اس سے آگے ترقی نہیں کر سکے۔ حضرت! ایسا کیوں ہوا؟ فرمایا! اس لئے کہ ترقی درجات کا سبب اللہ کی مخلوق کے ساتھ تعلقات ہیں۔ اس میں آپ اللہ کی مخلوق پر کس قدر مہربان ہیں' کتنی محبت دے سکتے ہیں' ان سے کتنا ظلم دور کر سکتے ہیں اور ان کے لئے کیا کر سکتے ہیں یہ ترقی درجات کا سبب ہے۔ جب وہ مخلوق سے گھبرا کر الگ ہو گئے تو یوں سمجھ لو جیسے ان کی موت واقع ہو گئی کہ عمل منقطع ہو گیا پھر وہ خواہ پچاس سال تنہائی میں بیٹھے رہے ترقی درجات نہیں ہوئی اس مقام پر رہے جس مقام پر لوگوں سے الگ ہو گئے تھے۔ تو بندے خواہ گنہگار بھی ہوں اللہ کی مخلوق کتنی بری بھی ہو لیکن زندگی کا اور اللہ کے ساتھ رشتے کا اور وصال الٰہی کا سبب تو یہی لوگ ہیں اور یہ اتنا بڑا کام ہے کہ آپ دیکھئے لوگوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پتھر پھینکے کانٹے بچھائے ایذادی میدان کارزار میں زخم لگائے دندان مبارک شہید کئے دنیا کا کفر آپ ﷺ کے خلاف متحد ہو گیا لیکن آپ ﷺ جو رحمۃ العالمین ہیں شمشیر بکف بنی آدم علیہ السلام کے حقوق کے لئے میدان کارزار میں لڑ رہے ہیں۔ صرف مسلمانوں کے حقوق کے لئے نہیں اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف مسلمانوں کے تحفظ کے لئے جہاد فرماتے پھر بھی بات سمجھ میں آتی نہیں۔ آپ ﷺ نے نسل انسانی کو ظلم سے نجات دلانے کے لئے جہاد فرمایا اب اس کام کی اہمیت کا اندازہ لگائیے کہ جو کام کرنے کے لئے خود محمد رسول اللہ ﷺ برہنہ شمشیروں کے سائے میں اذانیں دے رہے ہیں کوئی دوسرا ایسا بندہ ہو سکتا ہے جو اس سے مستثنیٰ ہو۔ ہرگز نہیں۔

تو سارا تصوف و سلوک کیا ہے جہاں تک میں سمجھا ہوں تصوف ترجمہ ہے تزکیے کا۔ بہت سی تعبیریں بزرگوں کی پڑھی ہیں' سب درست ہیں ان کے اپنے عملی مدارج ہیں' ان کا اپنا مطالعہ ہے' ان کی اپنی واردات ہیں' ان کے اپنے ارشادات ہیں میں وہ بات نہیں کرتا جو میں سمجھا ہوں میں اس کی بات کرتا ہوں کہ قرآن حکیم کے جو تراجم عربی کے بعد دوسری زبان میں ہوئے وہ سب سے پہلے فارسی میں ہوئے۔ حجاز مقدس کے ساتھ فارس کی سرحد تھی اور جب فارس فتح ہوا تو بہت بڑے بڑے لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے تو ان علماء کی مادری زبان چونکہ فارسی تھی تو انہوں نے فارسی میں ترجمے کئے۔ تو تزکیے کا فارسی ترجمہ تصوف بنتا ہے' صفائے باطن' قلب کی صفائی' اندر کی صفائی۔ اب جو ساری تفصیل میں نے تزکیے کے حوالے سے عرض کی ہے یہی سارا تصوف ہے۔ اللہ اللہ' ذکر الٰہی' اور ذکر الٰہی نصیب ہوتا ہے شیخ کی توجہ سے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے جس طرح دین میں توارث ہے دین وراثت میں ملتا ہے دین بنایا نہیں جا سکتا۔ وہی ہے جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحابہؓ نے لیا' صحابہؓ سے تابعینؒ نے' تبع تابعینؒ نے' اسی طرح نسلاً بعد نسلاً منتقل ہوتا ہم تک پہنچا' اسے کہتے ہیں کہ دین میں توارث ہے وراثت میں ملا۔ اس طرح وہ کیفیات جو قلوب کو روشن کرتی تھیں وہ بھی قلب اطہر رسول اللہ ﷺ کا خاصہ تھیں اور ہیں اور رہیں گی۔ دوسرے سارے انسانی قلوب اپنی صفائی کے محتاج ہیں۔ یہ جو مشائخ حضرات ہیں یہ بھی کبھی طالب علم رہے کبھی یہ بھی کسی کے پاس اپنے قلب کی صفائی حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے پھر خوش قسمت خوش نصیب لوگ تھے انہوں نے اتنا پالیا کہ وہ دوسروں کو منتقل کرنے کے قابل ہو گئے اور مشائخ کہلائے تو گویا وہی برکات نبوی ﷺ وراثتاً" موروثی طور پر سینہ بسینہ نسلاً" بعد نسلاً" منتقل ہو کر شیخ تک پہنچتی ہیں۔

قرآن حکیم میں یہ ارشاد ہوتا ہے:۔

یَھْدِیْ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ۔ جس کے دل میں انابت الی اللہ' اللہ سے وصال کی آرزو پیدا ہو جائے اللہ اسے اپنی طرف رہنمائی فرما دیتے ہیں۔ اس کی تفسیر میں مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ جس کے دل

میں اللہ کی یاد پیدا ہو جائے اور اس میں اللہ کے وصال کا شوق آجائے وہ اللہ اللہ شروع کر دے تو قاعدہ یہ ہے کہ اللہ اسے ایسے بندوں سے ملا دیتا ہے جو اسے وصال الٰہی کا سلیقہ سکھا دیتے ہیں۔ تو اگر کوئی از خود بھی ذکر الٰہی شروع کر دے تو ایسے اسباب پیدا فرما دیتا ہے قادر مطلق کہ اسے ذاکرین کی محفل میں پہنچا دیتا ہے' کسی شیخ کی صحبت میں پہنچا دیتا ہے۔ اللہ اللہ نہ کرے اس کی دل کی گہرائی میں خلوص کے ساتھ یہ طلب پیدا ہو جائے تو بھی اللہ کریم ایسے اسباب پیدا فرما دیتا ہے کہ وہ وہاں تک پہنچ جائے۔

لیکن دنیا دار الامتحان ہے' دار الابتلا ہے' یہاں ہر صحت مند کے ساتھ بیماری کا اندیشہ ہے' ہر زندگی کو مرگ کا خطرہ ہے' ہر دولت مند کے پیچھے افلاس کا دیو لگا ہوا ہے' ہر بقا کے ساتھ فنا جڑی ہوئی ہے اور تبدیلی ہمہ وقت کائنات میں جاری و ساری ہے۔ اس لئے صوفی کے ساتھ بھی صفائے قلب کے حصول کے ساتھ' محبت الٰہی کی طلب کے ساتھ' عشق نبوی ﷺ کی آرزو کے ساتھ' اپنی خواہش نفس کے اور شیطان کے فریب کے خطرے بھی لگے ہوئے ہیں اور جتنی کوئی شے لطیف ہوتی ہے وہ اتنی طاقت ور ہوتی ہے اور اس کا رد عمل بھی اتنا ہی شدید ہوتا ہے۔ دنیا دار جس طرح دولت کی محبت میں پھنس جاتا ہے کبھی اپنی انا کی محبت میں پھنس جاتا ہے' کبھی اپنے اقتدار کی ہوس میں پھنس جاتا ہے اسی طرح اس راہ کا مسافر بھی ہو سکتا ہے کسی جگہ اپنی انا کا اسیر ہو جائے اور خود کو بہت بڑا کامل سمجھ بیٹھے تو بات تو ایک ہی ہو گئی۔ کوئی اقتدار کی انا میں پھنس گیا اور کوئی ادھر اپنی بڑائی کی انا میں پھنس گیا تو جرم تو ایک ہو گیا۔ اسی طرح بہت سی قباحتیں ہوتی ہیں۔ کبھی بڑائی کا خیال' کبھی لوگوں سے سرمایہ لینے کا خیال' کبھی اقتدار کی ہوس' تو یہ سارے خطرات ساتھ رہتے ہیں۔ اس کا بہترین حل یہ ہے کہ آدمی اپنی کیفیات کا خود تجزیہ کرتا رہے' اپنا امتحان خود لیتا رہے۔

سیدنا فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ اپنا محاسبہ خود کیا کرو اس سے پہلے کہ جب تمہارا محاسبہ کیا جائے۔

اور اس میں عجیب خطرات ہوتے ہیں ایک بزرگ کی حکایت حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ انہوں نے فرمایا کہ بیس سال تک میں نے ہر سجدہ تجلیات باری کے سامنے دیا نماز کا ہر سجدہ اور بیس سال بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ تو میرے اپنے نفس کے انوارات تھے اور میں انہیں تجلیات باری سمجھ کر ان کے سامنے سجدے کرتا رہا لیکن یہ عجیب لوگ ہوتے ہیں ان میں خلوص ہوتا ہے تو اس شخص نے بیس برس کی نمازیں لوٹائیں۔ بجائے ان کا جواز تلاش کرنے کے یا کوئی حیلہ بہانہ تراشنے کے اس نے یہ قبول کرنا آسان سمجھا اور یہی کمال ہوتا ہے محبت الٰہی کا کہ بندے میں وہ جرات آجاتی ہے کہ جہاں قصور ہوتا ہے اسے قبول کرتا ہے اور یہی اللہ کو پسند ہے۔ اس نے بندے کو بندہ بنایا ہے اور بندہ فرشتہ نہیں بن سکتا۔ فرشتے کو اس نے پیدا کیا اس سے قصور ہوتا ہی نہیں اگر ہمیں بھی اتنا ہی پاک اور صاف دیکھنا اسے منظور ہوتا تو ہمیں بھی فرشتوں کی طرح پیدا کر دیتا' قصور سے مبرا' اس نے ایسا نہیں کیا۔

نبی علیہ الصلواۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم سب سے گناہ مطلق چھوٹ جائیں تو اللہ تمہیں اٹھا لے گا اور تمہاری جگہ پھر کوئی بندے پیدا کر دے گا جو خطائیں بھی کریں گے اور توبہ بھی کریں گے اور اس سے گڑگڑا' گڑگڑا کر معافیاں بھی مانگیں گے۔ بندے کا مقام یہی ہے تو بندے سے خطا کا ہونا عجیب بات نہیں ہے لیکن جو تعلق باللہ ہوتا ہے اس میں اگر خلوص ہو تو ایک تو خطا پہ بندہ مستقل نہیں رہتا اللہ اس پہ اس کی خطاعیاں کر دیتا ہے پھر اس میں وہ جرات آجاتی ہے کہ وہ اسے قبول کر لیتا ہے۔ زندگی میں بہت سے تجربے ہوئے میں نے سوائے صوفیوں کے' سوائے اس طبقے کے' کسی کو اپنا قصور فراخ دلی سے قبول کرتے ہوئے نہیں پایا۔

ہمارے ساتھ ایک بوڑھے سے ساتھی ہوتے تھے۔ ہم اور

وہ مل کر لطائف کیا کرتے تھے۔ انہیں مراقبات نصیب ہو گئے ان کے فنا بقا تک مراقبات ہو گئے اور ہم ابھی لطائف کرتے تھے تو میں نے حضرت رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کی' سردیوں کا موسم تھا' میں نے کہا' حضرت یہاں پہ کوئی کام کاج نہیں ہے' فارغ آدمی ہیں' بزرگ آدمی ہیں' اگر آپ انہیں اجازت دے دیں تو یہ میرے ساتھ چلے جائیں' وہاں میرے ساتھ ٹھہریں گے' ہمیں اللہ اللہ کراتے رہیں گے تو حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بھائی بات اس طرح سے ہے کہ جس کی ذمہ داری شیخ لگا دے کہ تم جا کر ذکر کراؤ تو وہ نمائندہ بن جاتا ہے تو اس کے لئے وہی ادب واحترام لازم ہو جاتا ہے جو شیخ کا ہے اور تمہارا تو یہ ساتھی ہے بے تکلف سا اور تم اس کا احترام کرو گے نہیں اس طرح تمہیں فائدہ نہیں ہو گا تو اس کے جانے کا کیا فائدہ میں نے کہا نہیں حضرت آپؒ اسے بھیج دیں۔ اللہ نے اسے جب نوازا ہے تو ہم کیوں نہیں احترام کریں گے۔ ہم انہیں استاد ہی سمجھیں گے تو میرے ساتھ آگئے' آدمی بالکل بے چارے انپڑھ تھے مراقبات میں جو آیات پڑھی جاتی ہیں وہ غلط پڑھتے تھے۔ حضرتؒ پڑھتے تھے وہ سن سن کر یاد کرتے رہے جو تلفظ ان کی سمجھ میں آیا وہ انہوں نے یاد کر لیا۔ اب کسی نے ان سے وہ آیات سنی تو ہیں نہیں۔ ہمیں جب وہ مراقبات کراتے تو انہیں وہ بلند آواز میں پڑھنا پڑتیں۔ اب میں ڈروں کہ اگر میں انہیں ٹوکتا ہوں تو شاید گستاخی ہو گی اور اگر نہیں بتاتا ہوں تو میں تو سمجھ رہا ہوں کہ غلط پڑھ رہے ہیں تو نہ بتانا بھی گستاخی ہو گی' جرم ہو گا تو میں نے ایکدن ایک آیہ مبارکہ نکال کر قرآن سے انہیں دکھائی' پڑھ کے سنائی کہ اس طرح سے ہے تو وہ فوراً بات سمجھ گئے۔ کہنے لگے یار یہ میں تو اور طرح سے پڑھتا ہوں۔ اس کا مطلب ہے میں غلط پڑھتا ہوں اور میں باقی بھی غلط پڑھتا ہوں گا۔ اگر میں یہ غلط پڑھتا ہوں تو میری باقی بھی غلط ہوں گی تم ساری نکالو میری اصلاح کراؤ اور پھر انہوں نے ایک ایک جملے کی اصلاح کر کے درست یاد کیا۔

یہ وسیع الظرفی پیدا ہو جاتی ہے۔ اب اس میں اپنی ذات کی بڑائی چھوٹائی کی بات نہیں تھی۔ بات تھی اللہ سے تعلق کی۔ جب تک غلطی کا پتہ نہیں تھا تب تک نہیں تھا جب پتہ چلا تو بے چین ہو گئے۔ کہ یار وہ ساری ڈھونڈ کر لاؤ' میری اصلاح کراؤ' میرا تلفظ درست کراؤ' یہ تو پتہ نہیں معنی غلط ہو جاتے ہوں گے۔ تو یہ وہ جرات رندانہ پیدا ہو جاتی ہے کہ آدمی خود کو آدمی ہی سمجھنے لگتا ہے اپنے فرشتہ ہونے کا گمان نہیں ہوتا اور اللہ کریم یہ توفیق بھی دے دیتے ہیں کہ غلط کو غلط سمجھ کر اس کی اصلاح کی کوشش کرتا ہے۔

دوسرا خطرہ اس میں وہی ہوتا ہے جو میں پہلے عرض کر آیا ہوں دوسرا خطرہ یہ ہوتا ہے کہ جب اس میں لذت آنا شروع ہو جاتی ہے تو اس لذت کو آدمی مقصد سمجھ کر بیٹھ جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے حق یہ ہے کہ جس کو جتنا مقام نصیب ہو اس کی اس عظمت سے اللہ کی مخلوق کو اتنا فائدہ ہونا چاہئے۔ مظلوم سے اس کا ظلم رکنا چاہئے ظالم کا اتنا ہاتھ روکا جانا چاہئے۔ وہی کام جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انجام دیا۔ کون سا لمحہ تھا حضور ﷺ کا جب جمال الٰہی روبرو نہیں تھا تو پھر مزے سے بیٹھ کر جمال الٰہی کے نظارے فرماتے کیا ضرورت تھی آپ ﷺ کو کہ دس سالوں میں چوراسی جنگیں لڑیں۔ دنیا کا کوئی جرنیل کسی سلطنت کا کوئی سلطان کسی ریاست کا کوئی امیر اور کسی فوج کا کوئی سربراہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ایک سال میں وہ آٹھ سے زیادہ لڑائیاں لڑے گا' سوچ بھی نہیں سکتا۔ کس لئے؟ وسعت سلطنت کے لئے؟ حصول زر کے لئے؟ نہیں!...... مظلوم کو ظلم سے نجات دلانے کے لئے' وہ مظلوم خواہ مومن ہو یا کافر۔ وہ آپ ﷺ کے رب کو مانتا ہو یا نہ مانتا ہو۔ وہ آپ ﷺ کو نبی مانتا ہو یا نہ مانتا ہو۔ آپ ﷺ کے دین کو قبول کرتا ہو یا نہ کرتا ہو' حضور ﷺ فرماتے ہیں یہ الگ مسئلہ ہے لیکن ہے تو اللہ کا بندہ اور اللہ کی زمین پر رہنے کا جو حق اللہ نے اسے دیا ہے وہ کوئی بندہ

اس سے کیوں چھینے۔ اسے بھی جان، مال، آبرو کے تحفظ کا حق ہے اسے بھی علاج معالجے کی سہولت چاہئے۔ اس کے بچوں کو بھی تعلیم کی ضرورت ہے اسے بھی ضروریات زندگی کی فراوانی چاہئے۔ یہ کونسا اسلام ہے کہ آدھے ملک کی کچھ آبادی کے لئے اعلیٰ ترین تعلیمی ادارے بن جائیں اور باقی سارے ملک کے بچے ایک کچے کوٹھے کو بھی ترسیں جہاں بیٹھ کر کوئی انہیں الف ب ج پڑھائے۔ یہ کونسا اسلام ہے کہ ایک طبقے کے کتے بھی مرغن غذائیں کھائیں اور دوسرے طبقے کے انسان خشک روٹی کے ایک ٹکڑے کو ترستے رہیں۔ اگر معاشرے میں اتنا تفاوت آجائے کہ ایک طبقے کی عیاشی پوری کرنے کے لئے دوسرے طبقے پر ٹیکس لگائے جائیں۔ تو صوفی کون ہے؟۔

میری رائے میں وہ صوفی ہے جو اس ظلم کے سامنے سینہ سپر ہو جائے اللہ کی مخلوق کو اللہ کی زمین پر زندہ رہنے کا حق دلوائے۔ ان کی جان مال آبرو کے تحفظ کا حق دلوائے۔ اللہ کریم کا یہ احسان ہے کہ دنیا میں بے شمار لوگ اللہ اللہ کرتے ہیں، بے شمار سلسلہ ہائے تصوف ہیں اور اللہ کے بندے ہر حال، ہر جگہ اللہ کو یاد کرتے ہیں لیکن جو فراوانی اذکار کی، مراقبات کی، قرب الٰہی کی، تجلیات باری کی، آپ کو اس ادارے میں نصیب ہے یہ شاید اس وقت اس طرح سے دنیا میں کہیں نہیں ہے۔ لیکن یہ ساری صرف اس لئے نہیں ہے کہ کوئی ہم میں سے بہت بڑا بزرگ بن جائے یا کوئی ہم میں سے بہت بڑا نام پیدا کرلے یہ صرف اس لئے ہے کہ یہ درد جو قلب اطہر رسول کریم ﷺ سے آتا ہے آپ کو اس میدان تک لے جائے جہاں اللہ کے مظلوم بندے آپ کو ظلم کے خلاف ڈھال سمجھ سکیں۔ جہاں کسی دکھ بھری آنکھ سے آنسو پونچھے جاسکیں، جہاں کسی دکھے ہوئے دل کی ڈھارس بندھائی جاسکے، جہاں کسی مظلوم کو ظلم سے پناہ دی جاسکے۔

تو حضرات گرامی! یہ ہمارا سالانہ اجتماع چل رہا ہے کوشش ہوتی ہے ساتھیوں کی کہ جو سال بھر نہیں آسکتے وہ بھی یہاں آئیں ان کے مراقبات میں مزید ترقی ہو، کچھ چیزیں سیکھی جائیں کچھ اسباق آگے چلیں، کچھ تعلیمات کتاب وحکمت میں پیش رفت ہو، کچھ تصوف کی باتیں پلے پڑیں۔ لیکن ان سب کا حاصل کیا ہے جب زمین پر ہر طرف ظلم پھیل جائے عدالتوں میں بھی ظلم ہو، مساجد میں بھی ظلم ہو، ایوان سلطنت میں بھی ہو، مدارس اور خانقاہوں میں بھی ظلم ہو، گھروں میں بھی ظلم ہو، بازار میں بھی ظلم ہو، پیدل بھی مارا جائے، سوار بھی لوٹا جائے تو پھر جو طلب الٰہی کا دعوے دار ہے وہ بھی ظلم کے خلاف نہیں نکلے گا تو کون نکلے گا بتایئے؟ تو پھر ظلم کو کوئی روکنے والا کوئی ملے گا بھی نہیں۔ لہٰذا دونوں طرف پوری محنت کی ضرورت ہے پورے جذب، ذوق اور شوق کے ساتھ ذکر میں پوری توجہ سے محنت کیجئے اور اللہ سے وہ جرات وہ قوت مانگئے کہ جو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تقسیم فرمائی تھی اور صحرا نشینوں کو دنیا کا فاتح بنا دیا تھا وہ آج بھی قادر ہے کہ مٹھی بھر دلوں کو وہ جرات رندانہ عطا کردے جو روئے زمین سے ظلم کو بھگا کر دم لیں۔ اللہ کریم ہم سب کو اس سعادت میں شریک ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ضروری اعلان

قارئین کو مطلع کیا جاتا ہے کہ ماہنامہ "المرشد" کا رابطہ آفس فیصل آباد میں قائم کردیا گیا ہے۔ المرشد کو مزید بہتر بنانے کے لئے تجاویز اور اپنی نگارشات درج ذیل پتہ پر ارسال کریں۔

ماہنامہ "المرشد" کمرہ نمبر 8 سیکنڈ فلور
ریکس سٹی ستیانہ روڈ، فیصل آباد فون 732254

ہم بین البراعظمی میزائل بنا سکتے ہیں

ڈاکٹر قدیر خان کی مدیر الرشید محمد اسلم سے گفتگو

انٹرویو ڈاکٹر قدیر خان کی رہائش گاہ اسلام آباد میں لیا گیا اس انٹرویو میں فنانشل ٹائمز لندن کے نمائندے سائمن اینڈرسن اور الاخوان کے طارق چوہدری بھی موجود تھے

محمد اسلم 'مدیر ماہنامہ "الرشد"

ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے نام اور کام سے کون پاکستانی ہے جو واقف نہ ہو۔ 28 مئی کے پاکستان کے ایٹمی دھماکہ کے بعد ان کا نام یورپ' امریکہ' افریقہ غرض ساری دنیا میں پہنچ گیا۔

پچھلے دنوں تنظیم الاخوان کے مرکزی لیڈر اور سابق سینیٹر طارق چودھری اور ہمارے مشترکہ دوست میاں ارشد کا فیصل آباد سے اسلام آباد جانے کا پروگرام بنا جس دن فیصل آباد سے نکلے اس دن بھرپور گرمی تھی۔ درجہ حرارت 40 سنٹی گریڈ کو چھو رہا تھا۔ جب اسلام آباد پہنچے تو بارش پڑ رہی تھی۔ بہت مزیدار موسم تھا بہت لطف آیا اسلام آباد میں طارق صاحب اکثر پاک لینڈ سیمنٹ والوں کے ہاں ٹھہرتے ہیں۔ اس دفعہ بھی یہیں ہم ٹھہرے۔ پاک لینڈ سیمنٹ کے مالک محسن طارق ہیں۔ لیکن اس دن وہ کراچی میں تھے۔

راستہ میں ہم نے پہلے ہی پروگرام بنایا تھا کہ ہم نے اس دفعہ پاکستان کے ایٹم بم کے خالق ڈاکٹر قدیر کو ملنا ہے۔ شام پانچ بجے طارق چودھری نے ڈاکٹر قدیر صاحب کا فون نمبر ملایا تو طارق صاحب نے ڈاکٹر صاحب کا پوچھا۔ آگے سے جواب آیا کہ میں ہی ڈاکٹر قدیر ہوں۔ طارق صاحب نے جواب دیا آپ کی آواز ڈاکٹر قدیر جیسی تو نہیں (مطلب پہچان میں نہیں آرہی) تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ جناب آواز میں سے "دھماکہ" نکل گیا ہے۔ اب آواز ایسی ہی ہے۔ (28 مئی کے ایٹمی دھماکہ کی طرف اشارہ) اس پر طارق صاحب نے زبردست قہقہہ لگایا۔ ہم بھی محظوظ ہوئے۔

ٹیلی فون پر باتیں ہوتی رہیں تو طارق صاحب نے ملاقات کے لئے وقت مانگا' فرمانے لگے کل شام پانچ بجے آجاؤ طارق صاحب نے کہا میرے ساتھ میرے دو دوست اور بھی ہیں وہ بھی آپ سے ملنے کا اشتیاق رکھتے ہیں۔ فرمانے لگے وہ بھی آجائیں۔

دوسرے دن مقررہ وقت پر شام پانچ بجے ہم اسلام آباد کے پوش ترین علاقہ E سیکٹر میں ڈاکٹر قدیر کی رہائش گاہ پر پہنچ گئے جو برلب سڑک واقع ہے بظاہر وہاں سیکورٹی کا کوئی خاص بندوبست نظر نہیں آرہا تھا سڑک پار گرین بیلٹ میں بنے ایک حجرہ نما کمرے میں سیکورٹی کے دو اہلکار سفید کپڑوں میں بیٹھے نظر آرہے تھے۔ میں' سابق سینیٹر طارق چودھری کے ہمراہ ڈاکٹر صاحب کے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو وہاں فنانشل ٹائمز کا انگریز نمائندہ سائمن اینڈرسن پہلے سے موجود تھا۔ وہ لندن سے ڈاکٹر صاحب سے ملاقات کے لئے آیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر صاحب سادہ لباس پہنے اس کمرہ میں داخل ہوئے اور بڑے پرتپاک طریقے سے ہم سب کو ملے۔

ڈاکٹر صاحب نے سائمن اینڈرسن سے ہمارا تعارف کرایا اور طارق چودھری کے بارے میں اسے بتایا کہ

He was a out spoken senator

and now he is out of Senate

سب ہنس پڑے بعد ازاں ڈاکٹر صاحب نے ہمیں غوری میزائل اور ایٹمی دھماکے سے متعلق دو الگ الگ فلمیں دکھائیں اس دوران گفتگو کا سلسلہ بھی چلتا رہا۔ جو قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش خدمت ہے۔

ڈاکٹر قدیر:۔ (سائمن اینڈرسن سے) لندن سے یہاں تک سفر کیسا رہا' فریش تو ہیں۔

سائمن:۔ جی ہاں بالکل فریش ہوں۔

ڈاکٹر محمد قدیر:۔ بھئی! میں تو رات جاگ نہیں سکتا گزشتہ دنوں ملائیشیا گیا تھا تین گھنٹے کا سفر تھا اور تین گھنٹے کا پاکستانی وقت کے ساتھ فرق بس اپنا کام ہوگیا۔ بہت ڈسٹرب ہوا۔

المرشد:۔ ڈاکٹر صاحب پاکستان نے میزائل پروگرام کب شروع کیا تھا؟

ڈاکٹر قدیر:۔ بے نظیر بھٹو نے اپنے پہلے دور میں میزائل پروگرام شروع کرا دیا تھا تاہم اس کے لئے فنڈز انہوں نے اپنے دوسرے دور حکومت میں جاری کئے تھے۔

المرشد:۔ ڈاکٹر صاحب جو فلم ابھی آپ نے ہم کو دکھائی ہے اس میں غوری میزائل کو ایک ٹرک سے چلاتے ہوئے دکھایا گیا ہے کیا یہ رسک نہ تھا؟

ڈاکٹر قدیر:۔ نہیں ہمیں کامیابی کا سو فیصد یقین تھا۔ دشمن سے بچنے کے لئے اسے کہیں سے بھی چھوڑا جا سکتا ہے۔ اس لئے ہم نے ٹرک پر رکھ کر چلایا۔ اس لحاظ سے یہ موبائل میزائل ہے۔ (سائن سے مخاطب ہو کر) تم غوری کی کہانی جانتے ہو۔

سائن:۔ ہاں! تم ہی تو غوری ہو۔ (ہم سب ہنس پڑے)

ڈاکٹر قدیر:۔ غوری 13ویں صدی میں پرتھوی بادشاہ سے لڑتا رہا تھا۔ (ڈاکٹر صاحب نے پھر غوری اور پرتھوی کی مختصر تاریخ بتائی)

المرشد:۔ غوری میزائل تجربے کے دوران ٹارگٹ سے کس قدر قریب گرا۔

ڈاکٹر قدیر:۔ ہمارا ٹارگٹ بلوچستان میں ایک علاقہ تھا اور یہ اصل ٹارگٹ سے 26 میٹر کے اندر گرا تھا۔

سائن:۔ میزائل گرنے کی فوٹو کیوں نہیں بنائی گئی۔

ڈاکٹر قدیر:۔ فوٹو گرافر کو خدشہ تھا کہ کہیں میزائل ٹارگٹ سے ادھر ادھر نہ ہو جائے اور وہ میزائل کا شکار نہ ہو جائے۔ جس کی وجہ سے تصویر نہ بن سکی پہلے میزائل کے تجربے کے لئے کھوڑ میں پیڈ تیار کیا گیا تھا لیکن آخری وقت میں حکومت نے اس خدشے کے پیش نظر کہ اسلام آباد راستے میں آتا ہے کہیں وہ متاثر نہ ہو جائے اور پھر جہلم میں تجربہ کرنے کا پروگرام دیا۔

طارق چودھری:۔ آپ کتنی رینج تک کا میزائل بنا سکتے ہیں؟

ڈاکٹر قدیر:۔ میزائل بنانا اصل مسئلہ تھا اب جتنی رینج کا کہیں گے میزائل بنا دیں گے یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

سائن:۔ آپ نے جو ایٹمی دھماکے کئے وہ کتنی کتنی طاقت کے تھے؟

ڈاکٹر قدیر:۔ پہلا دھماکہ 35 کلوٹن کا تھا جبکہ دوسرے وار ہیڈ (War Head) ٹیسٹ کرنے کے لئے دھماکہ کئے گئے۔

سائن:۔ تمام دھماکے درست ہوئے؟

ڈاکٹر قدیر:۔ ہاں تمام دھماکے بالکل درست ہوئے ہمارے وار ہیڈز کا تجربہ کامیاب رہا۔ کوئی ریڈیو ایکٹوی بھی نہ ہوئی۔

المرشد:۔ دھماکے کتنے کتنے وقفے سے کئے؟

ڈاکٹر قدیر:۔ پہلے پانچ دھماکے ایک دن کئے جس کے بعد میں واپس اسلام آباد آ گیا بعد ازاں چھٹے دھماکے کیلئے دوبارہ آرمی کے خصوصی طیارے پر گیا یہ چھٹا دھماکہ پہلی جگہ سے سو کلو میٹر دور کیا گیا تھا۔

سائن:۔ آپ کے ایٹمی دھماکہ سے فلم میں زمین میں ارتعاش (Shock) کیوں دکھائی نہیں دیتا۔

ڈاکٹر قدیر:۔ دھماکے کا کھڑے ہو کر پتہ نہیں چلتا اگر بیٹھ جائیں تو ارتعاش محسوس ہوتا ہے ہمارا جو فوٹو گرافر تھا وہ کیمرہ اٹھا کر کھڑا تھا اس وجہ سے فلم میں بھی ارتعاش ریکارڈ نہ ہو سکا۔ میں نے دھماکے سے پہلے اپنے پاس کھڑے ہوئے فوجی جرنیل سے کہا تھا کہ بیٹھ کر دھماکے کا مشاہدہ کریں ورنہ اگر کھڑے رہے تو آپ کو یقین نہیں آئے گا کہ دھماکہ ہوا ہے یا نہیں۔ (اس بات پر زبردست قہقہہ لگا)

المرشد:۔ دھماکے کے وقت کیا آپ لوگ کسی مخصوص بنکر میں بیٹھے تھے؟

ڈاکٹر قدیر:۔ جی نہیں ہم لوگ دھماکہ سے دس کلو میٹر دور ایک اوپن ٹینٹ میں رہے کسی بنکر میں نہیں گھسے بلکہ ہمارا ہیلی کاپٹر پہاڑ کے قریب کھڑا تھا۔

المرشد:۔ دھماکے کی وجہ سے پہاڑ کیسے سفید ہو گیا؟

ڈاکٹر قدیر:۔ دھماکے کی وجہ سے پہاڑ پر جمی ہوئی گرد (Dust) اڑ گئی اور سفید پتھر نکل آئے۔ جس کی وجہ سے پہاڑ سفید دکھائی دینے لگا۔

المرشد:۔ چھٹے دھماکے کی فلم کیوں ٹی وی پر نہیں دکھائی گئی؟

ڈاکٹر قدیر:۔ دراصل ہمارا جو کیمرہ مین تھا وہ ناتجربہ کار تھا چھٹا دھماکہ جہاں کیا وہاں تین ٹیلے تھے۔ درمیان کے ٹیلے میں دھماکہ ہوا۔ مگر فوٹوگرافر پہلے ٹیلے کی فلم بناتا رہا' آخری وقت اسے پتہ چلا جب دھماکہ ہو چکا تھا کیمرہ کا رخ کسی اور جانب تھا اس لئے یہ فلم عام لوگوں کو ٹی وی پر نہ دکھائی گئی۔

سائرہ:۔ امریکہ کی جانب سے پاکستان پر بہت دباؤ تھا آپ کی حکومت نے اس کا سامنا کیسے کیا؟

ڈاکٹر قدیر:۔ ہندوستان کے دھماکے کے بعد امریکہ کو خدشہ تو تھا کہ پاکستان بھی جواب میں دھماکہ کرے گا۔ لیکن ہماری سلامتی کا یہ تقاضا تھا کہ ہم ہر صورت دھماکہ کرتے ویسے ان دنوں اسلام آباد میں ایک لطیفہ بہت مشہور ہوا وہ یہ کہ امریکی صدر بل کلنٹن کا پاکستان کے وزیراعظم نواز شریف کو فون آتا ہے امریکی صدر ادھر ادھر کی مارتا ہے۔ دل سے چاہتا ہے کہ کس طرح نواز شریف کو ایٹمی دھماکہ نہ کرنے کو کہوں مگر کہہ نہیں پاتا۔ نواز شریف بھی تاڑ جاتا ہے کہ بل کلنٹن دھماکہ نہ کرنے کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہے کہہ نہیں پارہا۔ (بل کلنٹن فون بھی کئی مرتبہ کر چکا ہوتا ہے) تو نواز شریف امریکی صدر کو ٹرخانے کے لئے کہتا ہے کہ ہاں مسٹر کلنٹن سناؤ مونیکا کا کیا حال ہے۔ اس پر امریکی صدر سے کوئی بات بن نہیں پاتی اور فوراً" فون رکھ دیتا ہے۔ (لطیفہ سن کر سب ہنس پڑتے ہیں) (یاد رہے مونیکا نامی لڑکی سے امریکی صدر کا ایک سیکس سیکنڈل منظر عام پر آیا ہے)۔

سائرہ:۔ آپ کی ایٹمی صلاحیت کے سلسلے میں کس ملک نے کتنا Contribute کیا؟

ڈاکٹر قدیر:۔ میرے خیال میں تو برطانیہ نے سب سے زیادہ Contribute کیا وہاں کی کیمبرج' آکسفورڈ اور مانچسٹر یونیورسٹیوں سے پڑھ کر آنے والوں نے پاکستان کو ایٹمی صلاحیت دلانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اور یہ پاکستان کے مایہ ناز سائنس دان قرار دیئے گئے۔

المرشد:۔ ایٹمی دھماکے کے بعد دنیا پاکستان پر بھی تخریب کا الزام لگا رہی ہے آپ کیا کہتے ہیں؟۔

ڈاکٹر قدیر:۔ ایٹمی دھماکے کے بعد 50/60 صحافی آئے میرے گھر جن میں سب غیر ملکی پریس کے نمائندے تھے ایک امریکن صحافی لڑکی نے کہا کہ آپ نے نیوکلیئر بم ایجاد کیا ہے کیا اس سے تباہی نہیں آئے گی۔ جس پر میں نے اس سے کہا کہ ایٹم بم ہم نے ایجاد (Invent) نہیں کیا امریکہ نے کیا تھا اور اسے انسانوں پر ٹیسٹ بھی امریکہ نے کیا تھا اور کسی ملک نے آج تک ایسا نہیں کیا۔ لہٰذا وہ خاموش ہو گئی۔

المرشد:۔ (ڈاکٹر صاحب معاف کرنا عام لوگوں کے ذہنوں میں ایٹم بم کے سائز کے بارے میں مختلف تصورات ہیں) یہ جو ایٹم بم ہے اس کا سائز کتنا بڑا ہوتا ہے؟

ڈاکٹر قدیر:۔ عام ایٹم بم کا سائز تربوز سے تھوڑا بڑا ہوتا ہے اور تھوڑی تباہی پھیلانے کے لئے چھوٹے سائز کے بھی ایٹم بم بنائے گئے ہیں۔

المرشد:۔ آپ کے اردگرد کوئی خاص سیکورٹی نظر نہیں آرہی اس کی کیا وجہ ہے؟

ڈاکٹر قدیر:۔ ایسا ہے تو کوئی "ہیکی چھینکی" کرکے دیکھ لیں ابھی پتہ چل جائے گا ہمارا سیکورٹی کا نظام ہی ایسا ہے جو دکھائی نہیں دیتا۔ ایک مرتبہ نیوی کا ایک چیف کہوٹہ پلانٹ پر آیا کہنے لگا یہاں کوئی خاص سیکورٹی نہیں ہے میں نے ان سے کہا کہ آپ ہیکی چھینکی کرکے دیکھ لیں یہاں جو چپڑاسی ہے' مالی اور چپڑاسی ہیں سب کے سب کمانڈو ہیں غلط ارادے سے آنے والے کسی بھی آدمی کو ایک دم "کھیں" کر دیں گے۔

سائمن:۔ ضیاء الحق کے دور میں کلدیپ نیئر سے آپ کے انٹرویو کا بڑا شور ہوا تھا کیا آپ نے وہ انٹرویو دیا تھا؟

ڈاکٹر قدیر:۔ کلدیپ سفیر کو کوئی انٹرویو نہیں دیا تھا اس نے خوامخواہ بنادیا وہ مشاہد حسین کے ساتھ مجھ سے ملنے آیا تھا گپ شپ رہی جسے بعد میں اس نے انٹرویو قرار دے دیا حالانکہ انٹرویو کے کچھ لوازمات ہوتے ہیں سب کچھ ٹیپ کیا جاتا ہے نوٹ بنائے جاتے ہیں لیکن ایسی کوئی بات نہیں ہوئی اور اس نے پھر بھی انٹرویو بنا دیا۔

طارق چودھری:۔ ڈاکٹر صاحب آپ فیصل آباد تشریف لائیں وہاں ایک تقریب رکھ لیتے ہیں فیصل آباد کے شہریوں کی جانب سے۔

ڈاکٹر قدیر:۔ آج کل گرمیوں کا موسم ہے جب موسم بہتر ہوتا ہے پھر پروگرام بنالیں گے۔

میاں ارشد:۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے لئے قائداعظم، ضیاء الحق اور آپ کی ماشاء اللہ بہت (Contribution) ہے۔ اور میں آپ کو محسن پاکستان سمجھتا ہوں میری طرح قوم کے باقی لوگوں کے ایسے ہی آپ کے لئے جذبات ہیں۔

ڈاکٹر قدیر:۔ سائمن ایڈرسن سے مخاطب ہو کر Do not Belive Them لوگ زبانی کہتے ہیں مگر عملی طور پر ایسے جذبات نہیں رکھتے۔

اتنے میں ڈاکٹر قدیر کے اسسٹنٹ ڈاکٹر نذیر آگئے۔ ہم نے موقعہ غنیمت جانتے ہوئے ان سے فوٹو اتارنے کے لئے کہا۔

سائمن اینڈرسن مجھے کہنے لگے چند فوٹوز مجھے لندن بھجوا دینا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنا کارڈ دیا ڈاکٹر قدیر کہنے لگے آپ فوٹو مجھے بھجوا دینا۔ میں سائمن کو لندن بھجوا دوں گا۔

میں نے گھڑی پر نظر ڈالی سوا گھنٹہ گزر چکا تھا۔ میرے دل میں یہ خیال بار بار آرہا تھا کہ اتنے قیمتی آدمی کا زیادہ وقت لینا اس کے ساتھ زیادتی ہے کیونکہ اس کا وقت قوم کا وقت ہے۔ ابھی ڈاکٹر قدیر نے قوم کو اور بہت کچھ دینا ہے۔

میں نے گرم جوشی سے مصافحہ کیا اور دل سے یہ دعا نکلی کہ ”اے اللہ ان کو اپنوں اور غیروں کے شر سے بچانا“۔

بقیہ صفحہ 21 سے آگے

بقیہ صفحہ 21 سے آگے

میرا اور آپ کا کردار حکومت ہے۔ میں اور آپ اس کے ذمہ دار ہیں۔

آج پوری دنیا میں پھر دو طبقے نظر آتے ہیں ایک ظالم دوسرا مظلوم۔ یہی حال نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت تھا۔ یہ جو مغرب کو دنیا میں کہیں بھی حقیقی اسلامی ریاست کا وجود گوارا نہیں، تو اس کا سبب یہ نہیں کہ اہل مغرب کو یہ ڈر ہے کہ اگر کہیں اسلامی ریاست وجود میں آگئی تو وہ امریکہ اور یورپ کو فتح کر لے گی۔ ڈر اس بات کا ہے کہ جہاں بھی یہ دھماکہ Blast ہو گا اس کی لہر پوری دنیا میں جائے گی۔ ہر ملک کا مظلوم خود اٹھتا چلا جائے گا۔ یہاں سے کسی کو وہاں جانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ دنیا بھر کے مظلوم اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے اس نظام کو قبول کرتے چلے جائیں گے۔ یہ کسی نواز شریف، کسی بے نظیر، کسی قاضی، کسی نورانی، کسی نیازی، کسی فضل الرحمان یا سمیع الحق، کسی ساجد نقوی یا ساجد میر کی حکومت نہیں ہوگی۔ یہ حکمرانی حق کی ہو گی، انصاف کی ہوگی، عدل کی ہوگی۔ عدل وانصاف پر مبنی یہ حکومت دنیا کے کسی چھوٹے سے چھوٹے اور کسی دور دراز خطے میں بھی قائم ہوگئی تو باقی دنیا کو خود متاثر کر لے گی۔

اہل مغرب اسی تصور سے لرزاں وترساں ہیں۔

دعائے مغفرت کی اپیل

سلسلہ اویسیہ کے ساتھی طاہر اقبال تحصیل پھالیہ ضلع منڈی بہاؤالدین کی والدہ محترمہ انتقال کر گئیں ہیں۔ ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی اپیل کی جاتی ہے۔

دکھ تو یہ ہے کہ

خطاب مولانا محمد اکرم اعوان' دارالعرفان۔ منارہ 98-8-10

اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰہَدَ عَلَیۡہُ اللّٰہَ فَسَیُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ۞ سورۃ فتح آیت 10

احباب گرامی! الحمدللہ' اس سال کا اجتماع' سالانہ ذکر کی محفلیں' تعلیم وتعلم' تربیت' ذکر اذکار' شب بیداریاں' میل ملاقاتیں یہ سب کچھ تمام ہوا۔ اس طرح کی مجالس انسانوں کو تھکاتی نہیں بلکہ ذوق بڑھاتی ہیں' جنوں پیدا کرتی ہیں اور تشنگی اور بڑھتی ہے۔ یہ محفلیں سال ہا سال بھی جاری رہیں تو کم ہیں۔ شاعر نے کہا تھا

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیرنہ دیدیم بہار آخر شد

کہ پل بھر میں دوستوں کی محفل تمام ہوئی اور جی بھر کے پھولوں کو دیکھا بھی نہ تھا کہ بہار گزر گئی حضرات! وطن عزیز میں بھی اور دور ونزدیک بھی دینی اجتماعات ہمیشہ ہوتے ہیں اور اللہ آباد رکھے ہوتے رہیں گے۔ کہیں نبی علیہ الصلواۃ والسلام کے نام نامی پر' کہیں کسی بزرگ' کسی ولی اللہ کے نام پر' کہیں عرس کی صورت میں' کہیں میلاد کی صورت میں۔ بے شمار ادارے وطن عزیز میں بھی' بیرون ملک بھی تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی پھیلانے میں شب وروز کمربستہ ہیں۔ اللہ ان کی رونقیں اور بڑھائے' ان سے فیض یاب ہونے والوں کو صحیح دینی علم' شعور اور توفیق عمل عطا کرے اور ان کے چلانے والوں کو اجر عظیم سے نوازے۔ سارے شعبے اپنے اپنے طور پر دین کی خدمت کر رہے ہیں کوئی فیلڈ میں ہے' کوئی میدان عمل میں ہے' کوئی سیاسی میدان میں ہے' کوئی تبلیغ کے میدان میں ہے' کوئی تعلیم و علم کے میدان میں ہے۔ یہ ساری وہ طاقتیں ہیں جو دین کی خدمت پہ کمربستہ ہیں اور ہم سب میں انسانی کمزوریاں موجود ہیں۔ ہمارے سمیت کوئی بھی سو فیصد نہیں ہے سب لوگ انسان ہیں اور اس پندرھویں صدی ہجری کے انسان ہیں۔ تمام لوگوں میں اپنی بشری کمزوریاں موجود ہیں۔ یہ اصول ہمیشہ یاد رہے کہ آپ جب بھی کسی بندے کو دوست بناتے ہیں یا دشمن بناتے ہیں تو اسے مافوق البشر خیال نہ کریں اس کی بشری کمزوریوں سمیت آپ کو قبول کرنا پڑے گا۔ لیکن ہماری اس حاضری' ہمارے اس اجتماع کی اور اس سلسلہ عالیہ کی ایک خصوصیت باقی تمام سے الگ ہے اور اس خصوصیت کی وجہ سے ممتاز ہے کہ اس سلسلہ عالیہ میں روحانی تربیت کرکے طالب کی روح کو بارگاہ رسالت پناہی ﷺ میں حاضر کرکے روحانی محفل میں بیعت سے سرفراز کرایا جاتا ہے۔ یہ وہ نعمت ہے جس پر شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ جیسے اللہ کے مقرب بندوں نے ناز کیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں نے قرآن نبی علیہ الصلواۃ والسلام سے سیکھا ہے اور مجھے آپ ﷺ سے روحانی نسبت حاصل ہے۔

مجھے بڑا دکھ ہے کہ جب سے ہمارے سالانہ اجتماعات شروع ہوئے ہیں یہ پہلا اجتماع ہے جس میں کسی مرد یا کسی خاتون کی روحانی بیعت نہیں ہو سکی۔ وہ بات جو طرہ امتیاز تھی سلسلہ عالیہ کی وہ خصوصیت جو عالم میں ناپید ہے اور وہ نعمت جس پہ لوگوں کے پاس سوائے اعتراض کے اور کچھ نہیں' جسے کوئی اس طرح چیلنج نہیں کر سکتا کہ میں بھی کرا دیتا ہوں' لوگوں کے پاس اتنی جرات نہیں ہے اور مجھے یہ بات عرض کرنے میں کوئی باک نہیں ہے' اس میں نہ میرا کمال ہے نہ آپ کا' یہ اللہ کی عطا ہے اور سلسلہ عالیہ کے بزرگوں کے مجاہدے اور محنت کا ثمر ہے کہ اس سلسلے میں یہ نعمت عظمٰی موجود ہے' یہی اس کا طرہ امتیاز ہے۔ باقی

ل میں بھی یہی منازل ہیں، یہی مراقبات ہیں، اس بارگاہ سے ر جاتا ہے جو بھی کہیں جاتا ہے لیکن عمریں صرف جاتی ہیں ر لاکھوں اگر طالب ہوں تو ان میں سے گنتی کے دو چار پانچ اگر ں منزل تک پہنچ جائیں تو بڑی بات ہے۔ یہ سلسلہ عالیہ کی صوصیت ہے کہ اس میں ہر آنے والا، کم وبیش ہر آنے والا اس ت عظمٰی کو پا جاتا ہے۔ ہمارے عام طور پر مساجد کے خدام جو وتے ہیں وہ عموماً نمازیں بھی نہیں پڑھا کرتے مسجد کی صفائی کر ی لیکن حضرتؒ کی مسجد میں جس میں ہم اللہ اللہ سیکھا کرتے تھے و خادم تھا وہ بھی فنافی الرسول ﷺ تھا، بیعت تھا بارگاہ نبوی ﷺ میں اور اسے مشاہدات بھی نصیب تھے۔ بھئی کمال ہے مسجد کے خادم بھی فنافی الرسول ﷺ، گھریلو خواتین فنافی الرسول ﷺ، کاروباری حضرات فنافی الرسول ﷺ، لازمت پیشہ لوگ فنافی الرسول ﷺ۔ یہ بات سوائے نسبت اویسیہ اور سلسلہ عالیہ کے کہیں نہیں ہے۔ فنافی الرسول ﷺ باقی سلاسل میں بھی ہے بڑی محنت بڑی سیلیکشن کے بعد لاکھوں میں سے کسی ایک کے پاس ہے۔

دکھ اس بات کا ہے کہ 37 سال میں پہلی دفعہ سالانہ اجتماع میں کسی مرد یا کسی خاتون کی روحانی بیعت نہیں ہوئی اور یہ 37 سال میں پہلی دفعہ ایسا ہوا ہے۔ کوئی محسوس کرے نہ کرے میں چونکہ ان 37 سالوں کا گواہ ہوں، ذاتی طور پر بحمد اللہ ہر اجتماع میں اول سے آخر تک موجود رہا ہوں۔ شاید یہ میری کوتاہیوں، میری کمزوریاں ہوں گی کہ جب باگ ڈور ہم جیسے نالائقوں کے ہاتھ میں آئی تو یہ نعمت کمتر ہونے لگ گئی لیکن ہر بات کے اسباب وعلل پر بھی نظر رکھنا چاہئے اور غور کرنا چاہئے۔

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی نہ وہ خم ہے زلف ایاز میں

کیوں نہیں ہو سکی اس کی صرف ایک وجہ ہے کہ ہماری وفاؤں میں کمی آگئی اور کوئی وجہ نہیں ہے۔ سلسلہ عالیہ کی طرف سے ممانعت نہیں ہے، بارگاہ نبوی ﷺ کی طرف سے ممانعت نہیں ہے، مشائخ عظام کی طرف سے ممانعت نہیں ہے، اللہ کے کرم کا دروازہ کھلا ہے، سارے راستے صاف ہیں لیکن وہاں تک چل کر جانے کے لئے پاؤں، ٹانگیں۔ ٹانگوں میں ہمت تو چاہئے اور یہ قدم وفاؤں کے سہارے چلتے ہیں مادی ٹانگوں کے سہارے نہیں۔ وجہ صرف ایک ہے وفاؤں میں کمی آگئی ہے اب اس میں میرا قصور ہے یا آپ کا مجھے بھی اپنا محاسبہ کرنا ہو گا آپ کو بھی اپنا احتساب کرنا ہوگا۔ یہ دیکھنا ہو گا کہ کہاں کس جگہ خطا ہوئی یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اللہ کرے ہر سال ہر آنے والے کو بیعت نصیب ہو لیکن جو سال گزر گیا اور خالی رہا اس خانے میں کوئی نام دوبارہ نہیں لکھا جائے گا۔ اس کا خلا میدان حشر میں بھی ہم سے سوال کرے گا کہ کیا تم دنیا کے لئے جمع ہوئے تھے؟ کیا تمہاری اغراض فاسد تھیں، تمہاری تمنائیں بے کار تھیں، تمہاری آرزوئیں بناوٹی تھیں؟ کیا وجہ تھی یہ سوال میدان حشر کو بھی ہمارے سامنے رہے گا اور یہ وہ کمی ہے جس کا ازالہ ممکن نہیں ہے۔ آپ اگلے اجتماعات میں محنت کریں میں اگلے اجتماعات میں محنت کروں اللہ کرے ہر آنے والے کو نصیب ہو جائے لیکن جو گزر گیا وہ تو گزر گیا اس کا خلا کیسے پر ہو گا، کون لوٹا کر لائے گا ان شب وروز کو، کون لائے گا زندگی کی وہ بہاریں جو بیت گئیں، وہ طویل راتیں جو گزر گئیں، وہ دن جو بیت گئے، جو بسر ہوئے وہ کون لوٹا کر لائے گا؟ عمر تو دریا کا پانی ہے جو گزر گیا وہ گزر گیا اسے واپس نہیں آنا۔ مجھے بہت دکھ ہے اور بہت افسوس ہے۔

تو نے ہمیں بھلا دیا ہم نہ تجھے بھلا سکے
کوئی کمی ہمیں میں تھی کہ یاد نہ تجھ کو آ سکے

اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ اے میرے حبیب ﷺ جو تیری بیعت کرتے ہیں وہ اللہ کی بیعت کرتے ہیں، تیرے ساتھ جو عہد غلامی کرتے ہیں وہ اللہ سے عہد استوار کرتے ہیں، تیرے ہاتھ میں جو ہاتھ دیتے ہیں یداللہ فوق

ایدیھم۔ ان کے ہاتھ پر اللہ کا دست قدرت ہے۔ یار اندازہ تو کرو! کوئی اس نعمت کا بدل ہے جہان میں' اس دنیا میں' اس دنیا میں' ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ۔ جو تجھ سے بیعت کی سعادت جنہیں نصیب ہوتی ہے انہوں نے اللہ سے بیعت کی یہ یداللہ فوق ایدیھم ان کے ہاتھ پر اللہ کا دست قدرت ہوتا ہے لیکن انسان کا مزاج عجیب ہے یہ ایک چیز کے لئے تڑپتا ہے دوڑتا ہے جب اسے پالیتا ہے تو پھر کچھ عرصہ بعد اس کی قدر کھو دیتا ہے۔ وہ وفائیں کم پڑنے لگتی ہیں' وہ عہد ٹوٹنے لگتے ہیں' وہ دلچسپیاں گم ہونے لگتی ہیں۔ آج تک انسانی ذہن کو کوئی سمجھ نہیں سکا یہ ایسا عجیب وغریب ہے کہ جب یہ پھسلتا ہے تو بڑی معمولی سی بات پر' بڑی چھوٹی سی بات پر پھسل جاتا ہے اور جب کھڑا ہوتا ہے تو بڑے بڑے پہاڑوں کو اٹھا کر کھڑا رہتا ہے۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ جن لوگوں نے برسوں لگائے' برسوں آگے لوگوں کو سکھانے میں لگائے' 30' 35 سال بعد پھر انہیں اعتراض یاد آئے' پھر انہیں کمزوریاں دکھائی دیں اور ان کے سامنے نقائص آگئے اور یار یہ تیس سال بعد! لوگوں کی نظر تو تیس سال بعد کمزور ہوتی ہے تمہاری نظر اتنی تیز ہو گئی کہ تم تیس سال کوئی عیب نہیں دیکھ سکے' تیس سال بعد تمہیں اعتراض نظر آگیا کہیں ایسا تو نہیں کہ نظر کا زاویہ بدل گیا ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ وفاؤں میں کمی آگئی ہے کہیں ایسا تو نہیں کہ رشتہ الفت ٹوٹ رہا ہے۔ اور یہ ان بد نصیبوں کی جنہوں نے برسوں لگانے کے بعد اعتراضات کئے ان بد نصیبوں کی بدنصیبی اس سال ہم سب کو لے ڈوبی۔ یہ بہت نازک مزاج بارگاہ ہے اور بہت عالی دربار ہے۔

ادب گاہ است زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید ابوبکرؓ و عمرؓ اینجا

یہاں تو فاروق اعظمؓ جیسا جری انسان جس کے نام سے شیطان لرزہ کرتا تھا اور بڑے بڑے ظالم حکمرانوں پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا اونچی آواز سے بات نہیں کرتا۔ ایک بدوی کو' ایک صحرائی کو مسجد نبوی ﷺ میں آواز بلند کرتے سنا حضرت امیرالمومنین عمر فاروقؓ نے تو فرش سے کنکری اٹھا کر اسے کنکری مار کر اپنی طرف متوجہ کیا اتنی جرات نہیں کی کہ دس قدم دور کھڑے ہوئے کو آواز دے' اسے کنکری ماری۔ اس نے دیکھا تو اشارے سے بلایا اور دبی زبان میں پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ حضور! بدوی ہوں' صحرا سے آیا ہوں۔ فرمایا! تم اجڈ ہو' کوئی شہر کا رہنے والا ہوتا تو میں اسے درے لگواتا۔ تمہیں اس لئے معاف کرتا ہوں کہ تم آداب سے واقف نہیں ہو لیکن دوبارہ مسجد نبوی ﷺ میں آواز بلند نہ ہونے پائے اس لئے کہ اللہ نے قانون بنا دیا ہے۔

لَا تَرْفَعُوٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ۔ خبردار کبھی تمہاری آواز نبی علیہ الصلواۃ والسلام کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے یہ وہ بارگاہ ہے جس کے آداب قدرت باری نے سکھائے ہیں اور اگر غیر شعوری طور پر آواز بلند ہو گئی تو قرآن کے مخاطب میں اور آپ نہیں تھے ہم تو پندرھویں صدی میں آکر مخاطب بنے بڑے واسطوں سے۔ ایک صدی میں تین پشتیں گزرتی ہیں اس حساب سے ہم کم وبیش 45 پشتوں کے بعد آکر اس خطاب کے مخاطب ٹھہرے لیکن وہ جو براہ راست مخاطب تھے' وہ جو بدر و احد کے ساتھی تھے' وہ جو غار کے ساتھی تھے' وہ جو ہجرت کے ساتھی تھے' وہ جو تیرہ سالہ مکی عہد کے ساتھی تھے' جنہوں نے ہر سفر و حضر' ہر دکھ تکلیف میں حضور علیہ الصلواۃ والسلام کی ہم رکابی کا شرف حاصل کیا انہیں کہہ دیا۔

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔ میں تمہاری ساری نیکیاں تمہیں لوٹا کر منہ پر ماروں گا اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا ارے ماوشما کی وہاں گنجائش ہی کیا ہے آواز بلند ہو جائے تو سابقون الاولون اور انصار کو سنایا جا رہا ہے کہ اگر آواز بلند ہو گئی تو تمہاری ہجرتیں تمہارے جہاد تمہارے مجاہدے مجھے کچھ نہیں چاہئے' سب کچھ احترام نبوی ﷺ کے ساتھ چاہئے' سب کچھ عظمت پیامبر کے ساتھ چاہئے' سب کچھ عظمت محمد ﷺ کے ساتھ چاہئے۔

تو جب ہم میں اور آپ میں بیٹھنے والے اعتراض کریں گے

ہیں وہ نعمت کیسے نصیب ہو گی۔ ہم بڑے مزے سے کہتے ہیں'
ہیں نے تو نہیں کیا کرنے سے سننا زیادہ بڑا جرم ہے۔ یہود پر
ت نازل ہوا وجہ بیان فرمائی قرآن نے' سمعون للکذب
جھوٹ سنا کرتے تھے یعنی بولنا بہت بری بات ہے لیکن جھوٹ
ا بھی عذاب کو دعوت دیتا ہے اور ہم جب کہتے ہیں میں تو
تراض نہیں کرتا' وہ کرتا تھا تو یاد رکھو وہ صرف اس کے سامنے
تراض کرتا ہے جسے اعتراض سننا پسند ہوتا ہے۔ اگر ہم سننا نہ
ہیں تو کوئی ہمارے سامنے اعتراض کرنے کی جرات نہیں کرتا۔
ں لئے کیا جاتا ہے کہ ہم سنتے ہیں اور یہ وفا کی نفی کر دیتا ہے'
د کو توڑ دیتا ہے فرمایا۔
فَمَنْ نَكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ۔ جس
یہ عہد توڑا اس نے اپنے آپ کو ریزہ ریزہ کر دیا۔ فانما
کث علی نفسہ وہ ٹوٹ پھوٹ اس کی اپنی جان پہ پڑتی
۔ "اے میرے حبیب ﷺ جو آپ ﷺ کی ذات
وہ صفات سے عہد کرکے پھر توڑنے کی سوچتا ہے اس عہد کو
ں اپنے آپ کو توڑ رہا ہے اپنے ٹکڑے کر رہا ہے"
ومن اوفی اور جس نے وفا کی فسیوتیہ
را عظیما۔ ومن اوفی بماعھد اللہ اللہ نے جو اس
ذمہ داری ڈال دی ہے آپ ﷺ سے عہد کرنے کے بعد
ں نے اس میں وفا کی اسے اللہ بہت بڑی نعمتوں سے بہت بڑے
ر سے نوازے گا۔

ہم اس بار اس اجر عظیم سے محروم رہے۔ اس میں کوئی
ہ نہیں ہے مجھے نہ اپنی نیکی پہ ناز ہے نہ آپ کی پارسائی پہ فخر
ے اس لئے کہ میری نیکی اور آپ کی پارسائی کا پول کھل گیا۔ یار
چار دس تو ہو جاتے اس شرف سے سرفراز اور ہمارے گناہوں
پردہ پڑا رہتا۔ اب کہ ہم میں اتنی کوتاہی آگئی کہ ایک سال کی
ت شاقہ اس میں ساتھی دس دس سال سے محنت کر رہے ہیں
ئی پانچ سال سے محنت کر رہے ہیں دو دو سال سے کر رہے ہیں
ئی کمل ہے اس سال بھی وہ اس قابل نہ ہو سکے کہ انہیں

روحانی بیعت نصیب ہو جاتی۔ کیا میں نے روک لی؟ میرے باپ کی نعمت تھی جو میں نے روک دی۔ اور کسی نے روک دی؟ اس کی کوئی دادا کی جائیداد تھی؟......... دینے والے نے روک دی۔ میں نے نہیں یا کسی اور نے نہیں۔ ایک ہی وجہ ہے اگر ہم عہد وفا میں پورے اترے ہوتے تو ہماری کوتاہیاں درگزر بھی فرماتا۔

وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ عَلَيْهُ اللّٰهَ فَسَيُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ جو عہد نبھانے میں اپنی وفا پر قائم رہے گا اس کی کمزوریوں کو درگزر کرتے ہوئے اسے اجر عظیم سے نوازے گا۔ یار ایک کام کرو خدا کے لئے اپنی وفاؤں میں وہ خلوص پیدا کرلو کہ سال بھر میں اس اجتماع کی کمی بیعت روحانی سے نکلتی چلی جائے۔ محنت کرو اور خلوص کے ساتھ کرو۔ اپنے آپ کے ساتھ محنت کرو اپنے آپ کو سمجھاؤ کہ یہاں عہد وفا ہے رشتہ غلامی ہے یہاں اعتراضات کی یا دم مارنے کی گنجائش نہیں ہے۔

مجھے پہلے دنوں ایک خط آیا بہت سے خط اس طرح کے آتے ہیں اس میں بے شمار اعتراضات تھے یہ یوں ہوتا ہے یہ یوں ہوتا ہے میں نے مختصر سا جواب دیا۔ میں نے کہا کہ برخودار یہ آپ کے کرنے کا کام نہیں ہے۔ تربیت کے لئے سمجھنا اور بات ہے اور اس پر اعتراض کرنا اور بات ہے اور جب تک اعتراض آپ کے دل میں باقی ہے تب تک آپ کو فائدہ نہیں ہوگا پھر وقت ضائع کرنے کا کیا فائدہ۔ پہلے اعتراضات کی تحقیق کرلیں تسلی ہو جائے' اعتراضات ختم ہو جائیں پھر یہ کام شروع کریں تاکہ فائدہ بھی دے۔

ایک بڑے مشہور اور بڑے ماہر عالم کو پکڑ کر میں لے آیا میرا دوست تھا اب بھی دوست ہے۔ کبھی کبھار ملتا ہے۔ حضرت" تشریف رکھتے تھے۔ رات وہ یہاں ٹھہرا شام کے ذکر میں شریک ہوا' سحری کے ذکر میں شریک ہوا' چلا گیا۔ حضرت رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا! بھئی یہ تم کسے پکڑ لائے تھے؟ حضرت بڑا معروف آدمی ہے' فلاں آدمی ہے' یہ نام ہے اس کا۔ فرمانے لگے! معروف تو ہو گا لیکن میں نے تمہاری وجہ سے بڑی توجہ کی اس پر' بڑی پوری

انوارات کی بارش کر دی لیکن جس طرح چٹان پر لگ کر ہتھوڑا واپس آتا ہے اس کے دل پر لگ کر انوارات اس طرح واپس آتے تھے یہ کیا بلا پکڑ لائے ہو۔ میں نے تو ایسا بندہ کوئی نہیں دیکھا۔ حضرتؒ فرمانے لگے! کئی ساتھی گواہ ہیں یہاں اس بات کے' جب وفاؤں میں کمی آتی ہے تو دل کا عالم تبدیل ہو جاتا ہے۔ خدا کے لئے یہ شرمندگی جو اس بار کے اجتماع میں اٹھانا پڑی ہے اس کمی کو دور کریں۔ یار وہ طلب پیدا کرو جو پیسے کے لئے کرتے ہو۔ وہ طلب پیدا کرو جو رشتہ دار کے لئے کرتے ہو۔ وہ طلب پیدا کرو جو دنیا کے لئے کرتے ہو۔ اس سے بڑھ کر طلب ہونی چاہئے بارگاہ نبوی ﷺ کے لئے لیکن اگر بڑھا نہیں سکتے' اتنی تو کرو' اس سے کم ہوگی تو پھر بات نہیں بنے گی یہ ضمنی بات نہیں ہے کہ اسے Second Priority پر رکھ لیا جائے۔ اسے اولیت دینا پڑتی ہے یہ مقصد حیات ہے۔ تو دعا ہی کی جا سکتی ہے۔

اور یہ آرزو بھی کر رہا ہوں' یہ تمنا بھی ہے کہ اللہ اتنے ساتھیوں کو فنافی الرسول ﷺ نصیب کرے کہ جو صدمہ پہنچا ہے اس کی تلافی ہو جائے۔ خدا کے لئے اس حال کی طرف توجہ فرمائیں پتہ نہیں یار سال بڑا لمبا عرصہ ہوتا ہے یہاں پل کی خبر نہیں ہے۔ یہاں تشریف رکھتے تھے ایک دوست یہیں بیٹھے کتابیں بیچ رہے تھے بیٹھے بیٹھے طبیعت خراب ہوئی ہسپتال چلے گئے خبر آئی کہ دنیا سے چلے گئے ہم ابھی یہیں بیٹھے ہیں آج مجلس ختم ہو رہی ہے وہ اپنے مالک کے ہاں پہنچ گئے دس دن ہو گئے نئی مجلس میں نئی محفل میں پہنچ گئے۔

صحابہ کرام صف آرا تھے اہل روم کے مقابل۔ ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ امیر لشکر تھے' عشرہ مبشرہ میں سے تھے' مانے ہوئے صحابی تھے' مانے ہوئے جرنیل تھے' صفیں درست ہو رہی تھیں' جنگ شروع ہونے والی تھی ایک صحابی نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور امیر لشکر کے سامنے جا رکا۔ انہوں نے سوالیہ نظروں سے دیکھا کہ یہ اپنی صف چھوڑ کر گھوڑا دوڑا کر یہاں کیوں آگیا۔ اس نے کہا یا امیر میں جا رہا ہوں اور مجھ سے فراق نبوی ﷺ برداشت نہیں ہو رہا۔ کتنا عرصہ ہو گیا حضور ﷺ کو پردہ فرمائے اور وہ محفل جس میں ہم بیٹھا کرتے تھے وہ نصیب نہیں ہوئی اب مزید برداشت نہیں ہوتا میں جا رہا ہوں اور مجلس نبوی ﷺ میں جا رہا ہوں۔ بارگاہ نبوی ﷺ میں جا رہا ہوں۔ آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ کوئی پیغام ہو رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں تو بتا دیجئے۔

امیر نے فرمایا۔ دست بستہ سلام عرض کرنا اور یہ عرض کرنا کہ آپ ﷺ نے جو وعدے کئے تھے خندق کھودتے وقت کہ یمن کے خزانے اللہ تمہیں دے دے گا' قیصر کی دولت تمہارے قدموں میں ہوگی' کسریٰ کی سلطنت تمہارے قدموں میں ہوگی' میری طرف سے دست بستہ عرض کرنا کہ یارسول اللہ ﷺ اللہ نے آپ ﷺ کے وہ وعدے پورے کر دیئے۔ اس نے پلٹ کر لشکر کفار پر حملہ کر دیا اور اکیلا لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔ اس نے یہ نہیں کہا میں حملہ کر رہا ہوں' اس نے کہا میں حضور ﷺ کی خدمت میں جا رہا ہوں' کوئی بات آپ ﷺ تک پہنچانی ہو تو بتا دیجئے اور ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ عنہ جیسا بندہ پیغام دے رہا ہے مرنا تو ہے لیکن مرنے کو جی نہیں چاہتا۔ جس کا بارگاہ نبوی ﷺ میں جانے کو جی کرتا ہے موت کو موت سے اٹھا کر بارگاہ عالی ﷺ کے سفر میں تبدیل کر دیتا ہے۔

اللہ کریم چشم بصیرت دے تو بڑی بڑی عجیب باتیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ مرنے والوں پہ کیا کچھ بیتتا ہے' موت کی کتنی تلخی' کتنی شدت ہوتی ہے' کیا حال ہوتا ہے' یہ سب جاننا آسان نہیں ہے لیکن اس میں بھی یہ دیکھا گیا ہے کہ جن کا فنافی الرسول ﷺ راسخ ہے اور جن کی روح کو آنے جانے میں کوئی وقت نہیں۔ اتنی محنت' اتنا مجاہدہ' اتنا خلوص' اتنی وفا کہ بارگاہ نبوی ﷺ میں روح حاضر رہتی ہے جب ان کی موت آتی ہے تو یہ دیکھا گیا ہے کہ روح بارگاہ نبوی ﷺ میں موجود ہوتی ہے اور کوئی فرشتہ وہاں سے اسے گرفتار کرنے نہیں جاتا بلکہ مادی

زندگی کا جو تعلق بدن سے ہے وہ منقطع کر کے فرشتہ رپورٹ پہنچا دیتا ہے' یااللہ! میں نے بدن سے اس کی مادی زندگی کا رشتہ منقطع کر دیا۔ روح تیرے نبی علیہ الصلواۃ والسلام کی خدمت میں ہے تو جان تیرا نبی علیہ الصلواۃ والسلام جانے اور تیرے بندے کی روح جانے۔ یہ فنافی الرسول ﷺ کی نعمت اگر راسخ ہوجائے تو موت موت نہیں رہتی۔ بلکہ ایک ولی اللہ نے کہا تھا۔

الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب۔

موت ہی وہ پل ہے جو بارگاہ عالی میں پہنچا دیتی ہے جو دوست کو دوست کی خدمت میں پہنچا دیتی ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ کا وصال ہو گیا' جنازے کی بات ہوئی' مشورے ہوئے' کچھ لوگوں کی رائے تھی جنت البقیع میں دفن کیا جائے' کچھ کی رائے تھی روضہ اطہر ﷺ میں ہی دفن کیا جائے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے ابوبکر و عمرؓ میرے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان سے اس طرح اٹھیں گے جس طرح ان دو انگلیوں کے درمیان یہ دو انگلیاں ہیں۔

جنازے کے بعد چارپائی اٹھا کر روضہ اطہر ﷺ کے سامنے لائی گئی۔ عام کتابوں میں موجود ہے کہ روضہ اطہر ﷺ کے دونوں پٹ کھل گئے اور ہاتف نے آواز دی ادخل الحبیب الی الحبیب۔ دروازہ کھلا ہے۔ دوست کو دوست کی خدمت میں پہنچا دو۔ سیدنا فاروق اعظمؓ شہید ہو گئے تو انہوں نے وصیت کی کہ میرے دفن کے بارے میں مشورے نہ کرنا' میرا جنازہ اسی طرح لے جانا جس طرح ابوبکر صدیقؓ کا جنازہ لے گئے تھے۔ اگر دروازہ کھل جائے تو مجھے اندر دفن کر دینا اور اگر نہ کھلے تو پھر جنت البقیع میں دفن کرنا حالانکہ آپؓ نے سیدہ عائشہ الصدیقہؓ سے دفن ہونے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ یہ روضہ اطہر' حجرہ عائشہ الصدیقہؓ ہے۔ تو رسول ﷺ کا مزار عالی وہاں بنا' پھر ابوبکر صدیقؓ وہاں پھر اسی حجرے میں عائشہ الصدیقہؓ رہا بھی کرتی تھیں تو جب سیدنا فاروق اعظم نے اجازت طلب کی تو انہوں نے فرمایا کہ میں بڑی بے تکلفی سے وہاں رہتی ہوں ایک میرے میاں ہیں دوسرے میرے والد ہیں تو آپؓ آجائیں گے تو مجھے پردہ کرنا پڑے گا' تکلف کرنا پڑے گا لیکن میں آپؓ کو منع نہیں کر سکتی۔ یہ اجازت لینے کے باوجود وصیت کی کہ میرا جنازہ بارگاہ عالی کے سامنے رکھ دینا اور جب جنازہ رکھا گیا تو ایک پٹ کھلا' دونوں نہیں ایک پٹ کھلا اور فاروق اعظمؓ کو وہاں دفن کر دیا گیا اور حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دفن ہوں گے اور وہ جگہ جو بھی قبر کی باقی ہے اتنا ہی حجرہ المبارک میں جگہ تھی۔ یہ جو باہر آپ کو جالی نظر آرہی ہے اصل حجرہ اس کے اندر تھا اور اب وہ زمین پر نہیں ہے۔ حجرہ مبارک زیر زمین ہے اس عہد کا مدینتہ النبی ﷺ دفن ہو چکا ہے۔ اس بار بھی جب کھدائی ہو رہی تھی تو شاید کسی ساتھی کو سعادت نصیب ہوئی ہو وہ نیچے دبے ہوئے پرانے گھر بیس بیس تیس تیس چالیس چالیس فٹ سطح زمین سے نیچے نکلے اتنا کچھ اوپر آگیا تھا تو بہرحال میں بات کر رہا تھا' موت کی۔

زندگی اس طرح سے بسر ہو کہ موت' موت نہ رہے بلکہ وصال حبیب ﷺ کا سبب بن جائے۔ اپنی زندگی کو احیائے سنت کے لئے اور دین اسلام کے لئے اور دین اسلام کے عملی نفاذ کے لئے وقف کر دیں۔ یہ وہ سعادت ہے جو خریدی نہیں جا سکتی محض عطائے الٰہی سے نصیب ہوتی ہے۔ بہرحال اپنی دعاؤں میں مجھے بھی یاد رکھیں۔ میری ہر لحظہ یہ دعا ہے کہ اللہ تمام ساتھیوں کو بیعت روحانی سے سرفراز فرمائے۔ ہماری کوتاہیاں دور فرمائے' ہماری لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ یہ عشق و محبت کے فسانے ختم نہیں ہوتے ان کے لئے وقت کی قید نہیں ہوتی اور ان کی ابتدا تو ہوتی ہے ان باتوں کی کوئی انتہا نہیں ہوتی۔ انہیں جب چھوڑو ادھورا ہی چھوڑنا پڑتا ہے ہم کرتے رہیں گے یہ ہوتی رہیں گی وقت ختم ہو رہا ہے بات کو جہاں ہے وہیں چھوڑ دیتے ہیں۔

پردہ

دوسری اور آخری قسط

آسیہ اکرم اعوان

"پردہ" کی پہلی قسط آپ نے الرشد ماہ ستمبر 1998ء میں ملاحظہ فرمائی۔ دوسری اور آخری قسط پیش خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین (ادارہ)

ساتواں حکم

لباس کے احکام

یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا یُّوَارِیۡ سَوۡءٰتِکُمۡ وَرِیۡشًا

"اے اولاد آدم! تم پر لباس اس لئے اتارا ہے کہ تمہارے جسموں کو ڈھانپے اور تمہارے لئے زینت کا موجب ہو۔"

لباس مرد و زن کے لئے اللہ کریم نے ستر پوشی اور زینت کا سبب قرار دیا ہے اور اسے فطرت انسانی میں داخل فرمایا کہ ایک فطری حیا اسے اپنا جسم ڈھانپنے پہ مجبور کرتا ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام و حوا نے پتوں سے اپنا ستر چھپایا۔

لباس کے متعلق مرد و عورت کا ستر جدا جدا ہے عورت سرتاپا ستر ہے صرف ہاتھ' پیر اور چہرہ اس سے مستثنیٰ ہیں اور یہ صورت حجاب فی البیوت کی ہے۔ اس سلسلے میں مزید وضاحت اس حدیث میں پائی جاتی ہے۔

لَعَنَ اللّٰہُ الْکَاسِیَاتِ الْعَارِیَاتِ

"اللہ کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو لباس پہن کر بھی ننگی ہیں"

یعنی یا تو لباس بہت چست ہے اور یا بہت باریک۔ تو دونوں صورتوں میں لباس پہننے والیوں پہ لعنت فرمائی۔

وَلَا یَضۡرِبۡنَ بِاَرۡجُلِهِنَّ لِیُعۡلَمَ مَا یُخۡفِیۡنَ مِنۡ زِیۡنَتِهِنَّ (24:31- النور)

"اور اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ انہوں نے جو زینت چھپا رکھی ہو اس کا علم لوگوں کو ہو جائے"

دور جاہلیت میں عورتیں پاؤں میں کڑے اور جھانجھر وغیرہ پہن کر اٹھلا اٹھلا کر چلتی تھیں اور ہر کسی کا دھیان اس طرف جاتا تھا۔ اس لئے بجنے والا زیور پہن کر گلیوں اور راہوں میں چلنے سے منع فرمایا۔

اسرار التنزیل میں ہے

"پازیب کی جھنکار یا چوڑیوں کی کھنک وغیرہ زینت میں شامل ہیں اس لئے علماء کے نزدیک مزین برقع وغیرہ بھی ممنوع ہے۔"

سورۃ نور میں ہے

وَلۡیَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوۡبِهِنَّ (آیت نمبر31)

"اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے آنچل ڈالے رہیں۔"

ان تمام احکامات کو اگر جمع کیا جائے تو ایک مسلمان خاتون کا لباس قرآنی ہدایات کے مطابق یوں ہو گا کہ

خاتون کا جسم چہرے' ہاتھوں اور پیروں کے علاوہ پوری طرح سے ڈھکا ہوا ہو۔ لباس ڈھیلا ڈھالا ہو۔ اور کپڑا بہت باریک نہ ہو۔ لباس پہ ایسے زیورات نہ ٹانکے جائیں جو بجتے ہوں مثلاً" سکے یا گھنگھرو وغیرہ۔ خصوصاً" ایسے لباس کو پہن کر گھر سے باہر نہیں جانا چاہئے اور حدیث پاک کے مطابق عورت خوشبو لگا کر گھر سے باہر نہ نکلے۔

پردہ سے متعلق چند احادیث

(1) حضرت انسؓ سے روایت ہے:۔

پردے کے بارے میں مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا جب پردہ کی آیات نازل ہوئیں اس وقت حضرت زینبؓ بھی تشریف فرما تھیں۔ حضورؐ

نے میرے اور ان کے بیچ پردہ لٹکا دیا
(2) حضور ﷺ نے فرمایا:۔
عورت اس وقت اپنے رب سے زیادہ قریب ہو گی جب وہ گھر کے اندر ہو گی۔ (مسلم)
(3) جامع ترمذی میں ہے:۔
عورت سرتاپا پردے کی چیز ہے جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے اور اسے مسلمانوں میں برائی کا ذریعہ بناتا ہے
(4) بخاری و مسلم کی ایک حدیث ہے:۔
اللہ کی بندیوں کو مسجدوں سے نہ روکو۔ انہیں چاہئے کہ سیدھی سادھی جس طرح گھروں میں رہتی ہیں' آئیں۔
(5) ابوداؤد سے مروی ہے:۔
عورتوں کو مسجدوں سے نہ روکو لیکن ان کے لئے گھر زیادہ بہتر ہیں۔
(6) ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ پردہ کے حوالے سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔
کسی عورت کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتی ہو جائز نہیں کہ وہ اپنا ہاتھ اس سے زیادہ کھولے۔ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے اپنی کلائی کے نصف پر ہاتھ رکھا۔

ظلال القرآن میں ہے

نبی پاک ﷺ کے زمانے میں عورتیں مسجد میں نماز کے لئے جاتی تھیں اور شروع میں انہیں روکا نہیں گیا۔ اس زمانہ میں تقویٰ وعفت تھی عورت چادر میں لپٹی ہوتی اور کوئی اسے پہچان نہ سکتا۔ اس کا جسم ڈھکا ہوا ہوتا فتنے کا یہ خطرہ نہ تھا اس کے باوجود حضور ﷺ کے وصال کے بعد حضرت عائشہؓ نے عورتوں کا گھر سے نکلنا منع کر دیا۔

پردے کے دیگر مسائل

حالت احرام میں پردہ' گھر کے اندر وباہر کا پردہ' چہرہ و آواز کا پردہ اور عورت اور جہاد وغیرہ جیسے اہم مسائل تو آیات کے مطابق زیر بحث آکر بیان ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ پردہ سے متعلق چند دیگر مسائل یہ ہیں۔

خواتین کے درجات

فقہائے خواتین کو تین اقسام میں تقسیم کیا ہے۔
(1) وہ مسلمان عورتیں جو آزاد ہیں۔
(2) زر خرید لونڈی۔
(3) نابالغ بچی یا بزرگ خاتون۔

آزاد مسلمان خاتون

ایک آزاد مسلمان خاتون کے ستر اور پردے کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

زر خرید لونڈی

زر خرید لونڈی کا ستر آزاد مرد کے ستر جتنا ہوتا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ مرد کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے جب کہ لونڈی کا ستر سینہ کے بشمول ہو گا۔ حضرت زہری رحمتہ اللہ علیہ کے مطابق لونڈی دوپٹہ ضرور اوڑھے۔

نابالغ بچی یا بزرگ خاتون

بچے جب تک بالغ نہ ہو جائیں لڑکے اور لڑکی کی تخصیص نہیں ہوتی۔ ہاں ذرا سمجھ دار ہو جائیں تو ان کے لباس میں فرق ہوتا چلا جاتا ہے۔ بچی کو بچپن ہی سے اوڑھنی کی عادت ڈالنا مناسب ہے اور بچوں کے جسم کو ڈھانپے رکھنا ان میں بچپن ہی سے حیا پیدا کرتا ہے۔ اسی نقطہ کے پیش نظر بچوں کے سامنے اپنا جسم بھی نہیں کھولنا چاہئے۔
بزرگ خاتون کا ستر بھی عام مسلمان خاتون جیسا ہی ہے ہاں جب خاتون ضعیف ہو جائیں تو ان کے لئے صرف چہرے کا ڈھانپنا ضروری نہیں رہتا۔ باقی سارا بدن کپڑوں میں چھپا ہونا چاہئے۔

پردے کے درجات

مولانا اشرف علی تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک حجاب شرعی کے تین درجات ہیں۔

(1) ادنیٰ درجہ

بجز چہرہ اور ہتھیلیوں کے اور بعض کے نزدیک پاؤں کے بھی تمام بدن کپڑوں میں چھپا ہوا ہو یہ پردے کا ادنیٰ درجہ ہے۔

(2) درمیانہ درجہ

چہرہ ہتھیلیوں اور پاؤں کو بھی چھپا دیا جائے۔ اسے درمیانہ درجہ قرار دیا گیا ہے۔

(3) اعلیٰ درجہ

عورت دیوار یا پردے کی اوٹ میں رہے اور اس کے کپڑوں پر بھی غیر مرد کی نظر نہ پڑے۔ (پردے کے احکام از مولانا تھانوی)

اعلیٰ درجہ جو اصل مطلوب شرعی ہے وہ حجاب اشخاص ہے کہ عورتیں اپنے گھروں میں رہیں۔ لیکن شریعت اسلامی ایک جامع اور اکمل نظام ہے۔ جس میں انسان کی تمام ضروریات کی رعایت پوری کی گئی ہے۔ اسی لئے ناگزیر وجوہ کی بنا پر جب خواتین کسی وقت گھروں سے باہر نکلیں تو برقع یا لانبی چادر استعمال کریں۔ جس میں پورا جسم اور پورا چہرہ پوشیدہ ہو اور دیکھنے کے لئے ایک آنکھ استعمال کریں یا آنکھوں کے سامنے جالی استعمال کریں۔

دیگر دونوں مدارج علماء وفقہا کے مابین متفق علیہ ہیں البتہ تیسرا اور ادنیٰ درجہ بھی بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے جس میں صحابہؓ وتابعینؒ اور فقہائے امتؒ کی آراء مختلف ہیں کہ بوقت ضرورت عورتیں گھروں سے باہر نکلتے ہوئے چہرے اور ہتھیلیاں کھول سکتی ہیں بشرطیکہ سارا بدن مستور ہو۔

فقہا کے نزدیک پردہ

امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ تینوں کے نقطہ نگاہ میں ہتھیلیاں اور چہرہ پردے میں شامل ہیں عورت ان کو کھلا رکھ کر گھر سے باہر نہیں آسکتی۔

دورِ حاضر میں پردہ

حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے:۔

کئی عورتیں جنہوں نے لباس پہنا ہوتا ہے لیکن وہ ننگی ہوتی ہیں۔ ناز و ادا سے چلتی ہیں اور ان کے سر اس طرح ہوتے ہیں جیسے اونٹوں کے کوہان یہ عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی اور نہ ان کو اس کی ہوا لگے گی۔

آج کے اس فیشن پرست دور میں لباس اپنا اصل مقصد کھوتا جا رہا ہے۔ لباس جسے جسم ڈھانپنے کے لئے پہنا جانا چاہئے آج جسم کھولنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لباس جسم کے آرام کے لئے تھا۔ اب وہ آرام دہ ہو یا نہیں فیشن کے مطابق ہونا ضروری ہے۔ لباس کا مقصد نمود ونمائش نہیں وہ جسم کی ہو یا زر و دولت کی، مگر آج یہ قباحت بھی عام ہے۔

پہلے لوگ اپنی انسانیت کے باعث جانے اور مانے جاتے تھے آج کل ظاہری لبادے ہی پہچان بن گئے ہیں۔ حالانکہ حضور ﷺ نے ایسا لباس بھی زیب تن فرمایا جس میں پیوند لگے ہوتے تھے مگر وہ صاف ہوتا۔ مگر آج کل جو لباس ایک بار پہنا گیا وہ دوبارہ پہننا باعث عار ہے۔

اب ایسے عالم میں پردے کا شمار ہی کہاں آتا ہے؟

اب بھی جو صاحب ایمان لوگ اپنی خواتین سے پردہ کراتے اور جو مومن خواتین پردہ کرتی ہیں۔ یہ لوگ یہ معاشرہ انہیں فرسودہ خیال کرتا ہے۔ ایک نظر سے دیکھا جائے تو بات ٹھیک بھی ہے۔ پردے کا نظریہ اسلام نے دیا اور اسلام چودہ صدیاں پرانا ہے لیکن یہ بات باعث عار نہیں ہمارے لئے باعث فخر ہے کہ ہم آج بھی اپنی بنیادوں پہ قائم ہیں۔ الحمد اللہ۔

پردہ پر اعتراضات

آج کل پردہ پر اس طرح کے اعتراضات عام ہیں:۔

(1) پردے میں رہ کر عورت ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتی۔ اس مادیت پرست معاشرے میں اپنا مقام پیدا کرنا پڑتا ہے جو پردے میں رہ کر ممکن نہیں ہے۔

(2) پردے میں رہ کر عورت بے جا جھجک محسوس کرتی ہے۔

چونکہ عورت کے لئے یہ ناگزیر ہے کہ وہ مردوں کے شانہ بشانہ کام کرے لہٰذا پردے کی صورت میں یہ ممکن نہیں ہے۔

(3) پردہ جہالت اور پسماندگی کی نشانی ہے۔

اعتراضات کے جواب

سب سے پہلے تو یہ دیکھا جانا چاہئے کہ عورت کا دائرہ کار کیا ہے پھر معلوم ہو گا کہ وہ ترقی کی طرف جا رہی ہے یا تنزل کی طرف۔

اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے عورت اور مرد کو برابر حقوق دیئے ہندو اسے ستی کرتے تھے' عرب میں جائیداد کے ساتھ مائیں بھی وارثوں میں تقسیم ہوتی تھیں۔ یورپین وحشی اقوام میں وہ فقط عیش کوشی کے لئے باندی تھی۔ غرض اسلام نے پہلی دفعہ اعلان کیا۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ

"اور عورتوں کے بھی حقوق ہیں جیسے مردوں کے ہیں دستور کے موافق۔

اسلام کی نگاہ میں مرد و عورت دونوں برابر ہیں فرق ہے تو صرف ان کے دائرہ کار میں۔ مرد کو اللہ نے قوی الجثہ بنایا اور اس کے ذمہ خاندان کی کفالت کا بار پڑا اور خاتون کو اللہ نے نرم خو' نرم دل بنا کر اولاد کی پرورش اور خاندان اور گھر ہستی کی دیکھ بھال پہ متعین کیا۔ تاکہ اس کی گود میں پل کر جوان ہونے والے قاسم و طارق اور حیدر و ٹیپو بنیں یہی اس کی کامیابی ہے۔ غیر محرم کی نظر سے اپنی عفت و آبرو کو محفوظ رکھے یہی اس کا وقار اور مقام و مرتبہ ہے۔

رزق کی تلاش سے تھک ہار کر گھر آنے والا خاندان کا کفیل جب لوٹ کر آئے تو گھر کا ماحول اس کی ساری تھکن کو بھلا دے۔ اسی میں خاتون کی خوشی اور جہاں کی راحت ہے۔

رہا سوال مردوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کا' آزادی نسواں اور عورتوں کے حقوق کا' تو یہ بات بہت حیرت انگیز ہے کہ یہ جدید جاہلیت قدیم جاہلیت کے ساتھ کس قدر مماثل ہے۔

قدیم زمانے کی مرنے والی تہذیبوں میں بھی یہی غلغلے تھے۔ کہیں اچھے لفظوں' حسین ناموں اور خوشنما نعروں سے متاثر کر کے عورت پہ اپنے حصے کا بار بھی ڈالا جاتا تھا اور ان کی آزادی سے فائدہ بھی اٹھایا جاتا تھا اور کہیں بے وقعت جان کر جب تذلیل کی جاتی تھی تو اس کا بھی یہی رنگ تھا۔

اچھے یا برے لفظوں میں سہی جب نتیجہ سدا یکساں ہی رہا ہے تو پھر پسماندگی اور جہالت کس طرف ہے ذرا صورت حال کو سامنے رکھ کر جائزہ لیجئے۔ ہاں وہ حقوق جو اسلام نے عورت کے مقرر کئے ہیں وہ مرد اور معاشرے کے ذمہ ہیں' انہیں ادا کرے۔

جس آزادی' بہ الفاظ دیگر عریانی' آوارگی اور اپنے حصے کا کام کرنے کے بعد مرد کا کام بھی کرنا جس کا آج اتنا شور ہے تو آیئے ذرا ان ملکوں اور تہذیبوں کا حال دیکھیں جو اس میں مبتلا ہیں جہاں یہ نام نہاد مسلمان پہنچنے کے لئے زور لگا رہے ہیں اور یہ کہ وہ خود کیا کہتے ہیں۔

بے پردگی کے نقصانات

(1) عائلی زندگی کا بگاڑ

ایک مغربی لیڈی ڈاکٹر ایڈلین کے مطابق

"وہاں عورت کو خلاف فطرت آزادی دی گئی تو عورت گھریلو ذمہ داریوں سے کنارہ کش ہو گئی اور عائلی زندگی درہم برہم ہو گئی۔"

(2) غیر مہذب معاشرہ

جرمن مفکرین کے مطابق ان کے معاشرے میں بڑا خلل پایا جاتا ہے۔ اس وجہ سے کہ عورت مرد کے برابر شریک کار ہے جس سے انسانی شرافت کا خاتمہ ہو رہا ہے اور عورت کو اپنی من مانی کرنے میں آسانی پیدا ہو گئی ہے۔ جس سے تہذیب و تمدن تباہ ہو گئے ہیں۔

(3) قوموں کا انحطاط

لارڈ بیرن قدیم یونان کے انحطاط کے اسباب بیان کرتا ہے:۔

"وہاں عورت کو بے جا آزادی دی گئی۔ پھر جہاں جس قوم

میں شرافت کے اصولوں کا خاتمہ ہو جائے وہ قومیں تباہ ہو کر رہتی ہیں۔ تمام تر ترقی کے باوجود جاہلیت کا شکار ہو جاتی ہیں اور اسی بے پردگی نے بہت سی اقوام کو تباہ کیا ہے۔"

(4) کثرت جرائم

علامہ فرید" تاریخ کی روشنی میں فرماتے ہیں۔
"مگر یہ بات ہوئی کہ جب انہیں بے پردہ بنایا گیا تو بتقاضائے فطرت مرد ان پر مائل ہونے لگے اور اس کے لئے آپس میں کٹنا مرنا شروع ہو گئے یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کو ماننے میں کوئی شخص عار محسوس نہیں کرتا۔"

(5) اخلاق کی پستی

مغربی مفکرین کے تجزیہ کے مطابق آمدنی بڑھانے کے لئے عورت نے گھربار چھوڑ دیا۔ اس سے آمدنی تو بڑھ گئی مگر اخلاق پست ہو گئے۔

(6) گھریلو زندگی کی تباہی

انگریز مفکر سموئیل کہتا ہے:۔
"جس نظام میں یہ بات لازم قرار دی گئی کہ عورت کارخانوں میں مردوں کے ساتھ مل کر کام کرے گی تو یقیناً" اس کا یہ نتیجہ سامنے آئے گا کہ گھریلو زندگی تباہ ہو جائے گی۔ معاشرتی روابط میں کدورت پیدا ہو جائے گی۔ اولاد اور والدین کے درمیان دوری پیدا ہو گی اور عورت کے اخلاق و کردار میں گراوٹ پیدا ہو گی"

(7) بے حیائی کی وبا

عورت طبعًا کمزور ہے اور مرد قوی بالارادہ اور طاقتور ہے۔ جب عورت پردہ کی حدود و قیود کو پھلانگتی ہے تو مرد کو آگے بڑھنے کے لئے تقویت ملتی ہے کیونکہ عورت کی فطری کمزوری اور جسمانی ساخت میں مرد کے لئے توجہ اور دعوت کا پہلو ہے۔ مغربی اقوام اسی کیفیت کا شکار ہیں۔ آج نہ وہاں کوئی کسی کی بہن ہے نہ بیٹی اور نہ ماں۔ وہ صرف اور صرف عورت ہے رشتوں تک کا تقدس ولحاظ مٹ گیا ہے اور یہی بے حیائی کی منزل ہے۔

(8) نسل کشی

بچوں کی پرورش اعلیٰ درجہ کا اخلاقی کام ہے جو ضبط نفس، قربانی خواہشات، تکالیف اور محنتوں کی برداشت اور جان ومال کے ایثار کا نام ہے۔ خود غرض اور نفس پرست لوگ جن پر انفرادیت اور بہمیت کا پورا تسلط ہو چکا ہو وہ اس خدمت کی انجام دہی کے لئے کسی طرح راضی نہیں ہو سکتے۔

(9) فتنہ نظر

جہاں نظارے عام ہوں وہاں فتنہ نظر بھی عام ہو جاتا ہے اس کو حضور ﷺ نے نگاہ کا زنا قرار دیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے۔ "پہلی نگاہ معاف ہے مگر دوسری نہیں"۔

(10) سلطنت کا عروج وزوال

ایک مسلمان مفکر کا بیان ہے۔
"سلطنت کا عروج وزوال محض اس لئے تھا کہ جب تک وہاں عورت کا معاشرے میں خلط ملط نہ ہوا عروج رہا۔ جہاں اختلاط شروع ہوا تو زوال آگیا۔

حدود اللہ کو بار خاطر نہ لانے کے نتیجے میں سامنے آنے والی بے شمار قباحتوں میں سے یہ تو تھے چند نقصانات۔ آیئے اب یہ دیکھتے ہیں کہ پردے کے ثمرات کیا ہیں۔ آخر وہ خالق کائنات ہے تخلیق انسان کا مالک، اس سے بہتر کون جانتا ہو گا کہ ہمارے لئے کیا صحیح ہے اور کیا غلط۔

تو اس کی بات کو ذرا مان کر تو دیکھیں کہ آخر اس میں ہماری فلاح کے لئے کیا کیا حکمتیں مضمر ہیں۔ ذرا ہم بھی ان سے مستفید ہوں۔

پردے کے فوائد اور حکمتیں

نقصانات کے پیش نظر ہمیں کافی حد تک اندازہ ہو چکا ہے کہ اسلام سے باہر نہ کسی کے حقوق محفوظ ہیں اور نہ آزادی، نہ عزت وعصمت ہی محفوظ ہے اور نہ انسانی وقار اور حریت۔

دراصل اسلام سے باہر نیکی' بھلائی اور اخلاق کا تصور ہی نہیں ہے کیونکہ اسلام ہر طرح کی نیکی اور بھلائی کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اب اسلام کے احکام پردہ کے اثرات ونتائج دیکھئے۔

1- خاندان کی تنظیم

گو کہ خاندان معاشرے کا سب سے چھوٹا ادارہ ہوتا ہے لیکن یہ معاشرے کے لئے ایک اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ خاندان ہی ہر فرد کی ابتدائی درسگاہ ہوتا ہے بچہ ماں کی آغوش میں آنکھیں کھولتا ہے یہاں نہ صرف اس کی جسمانی بلکہ ذہنی و اخلاقی نشوونما بھی ہوتی ہے۔ خیروشر سے متعارف کرانے والے اس کے والدین ہی ہوتے ہیں اب اگر خاتون خانہ ایک نیک مسلمان خاتون ہوگی تو جتنا وقت کسی بے پردہ خاتون کا Window Shopping میں' بلا مقصد گھومنے پھرنے اور پارٹیوں کی زینت بننے میں صرف ہوتا ہے وہ اسی وقت کو اپنے گھر کے اندر اپنے تقدس کو برقرار رکھتے ہوئے اپنے بچوں کی تربیت ونگہداشت میں' اپنے بزرگوں کی خدمت میں اور باہمی ربط کو مستحکم رکھنے کے لئے اپنے عزیزوں میں یگانگت قائم رکھنے میں صرف کرے گی اور یہی اس کی معاشرتی' اخلاقی اور مذہبی ذمہ داریاں ہیں جن سے اگر وہ بطریق احسن عہد براء ہوگی تو یہ ایک کامیاب' پرامن اور مستحسن اسلامی معاشرے کی طرف پہلا قدم ہوگا۔

2- مرد کی قوامیت

ایک خاندان کی ہیت ترکیبی میں دو بنیادی افراد کی ضرورت ہوتی ہے یعنی ایک مرد اور ایک عورت۔ قدرت نے انفرادی طور پر دونوں کو خود کفیل نہیں بنایا۔ نہ تو صرف مرد ہی خاندان کی تشکیل کا موجب ہو سکتا ہے اور نہ عورت ہی اکیلی خاندان کی تعمیر میں کوئی کردار ادا کر سکتی ہے۔ اسلام نے دونوں کی ذمہ داریاں ان کی تخلیق کے اعتبار سے مقرر فرمادیں۔ قرآن حکیم میں ہے۔

1- اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (4:34)

"مرد عورتوں کے نگران ومحافظ ہیں۔"

اس لئے اسلام نے مرد کو خاندان کا کفیل بنایا اور گھر کا نظم ونسق منضبط طریقے پر چلانے کے لئے گھر کا سربراہ بنایا۔ خاتون کو اس کا معاون قرار دیا اور گھر کو چلانے کی ذمہ داری سونپی اور یہ کہ وہ اولاد کی پرورش کرے۔ اس کے لئے گھر میں قرار پکڑے اور بلاوجہ اپنا مسکن نہ چھوڑے۔

پھر دونوں کے حقوق وفرائض کا تعین کرکے اسلام نے ہر ایک کو دوسرے پر زیادتی کرنے سے روک دیا۔

3 عورتوں کے حقوق کا تحفظ

1- وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (4:19)

"اور اپنی بیویوں کے ساتھ اچھی طرح سے رہو۔"

دنیا کی سماجی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ مرد نے عرصہ دراز تک عورت کو اس کے جائز حقوق سے محروم رکھا۔ عورت کو اپنی باندی اور جائیداد کا حصہ تصور کیا۔ قابل فروخت سمجھا۔ کبھی باعث ننگ وعار جانا اور زندہ درگور کرنے کی مذموم رسم کو جاری کیا۔ لیکن اسلام نے آکر اسے اس کا جائز مقام دلایا اور عورت کو مرد کی عزت قرار دیا۔

2- هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (20:187)

"وہ تمہارے لئے لباس (پردہ) ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو۔"

اور پردہ خاتون کے تقدس کا ضامن اور عزت کا محافظ ہے قرآن اسی لئے اس پر زور دیتا ہے کہ پردہ کرو تاکہ تمہیں عام لونڈی سمجھ کر چھچھورے لوگ نہ چھیڑیں۔

4- تحفظ عصمت

پردہ ایک خاتون کی عفت وعصمت کے تحفظ کا سبب بھی ہے کیونکہ نہ وہ نامحرم اشخاص کے درمیان بے پردہ جائے گی اور نہ ہی اس کی عصمت پہ حرف آنے کی کوئی صورت پیدا ہوگی۔

جہاں ایک طرف اسلام نے عورت کو چادر اور چار دیواری کا تحفظ فراہم کیا وہیں دوسری طرف مسلمانوں کو یہ بھی حکم دیا کہ تم پر تمہارے مسلمان بھائی کی جان' مال اور آبرو حرام ہے۔ (الحدیث)

5- تحفظ نسب

اسلام نے ہر برائی کی جڑ پہ وار کیا ہے۔ پردہ بنیادی طور پر مرد و زن کے اختلاط کو ہی ممنوع قرار دیتا ہے جس کے نتیجے میں انسان بڑی بڑی برائیوں سے بچ جاتا ہے۔ اسلام کے مطابق زندگی گزارنا بہت سہل اور سادہ ہے۔ جہاں ہم صراط مستقیم سے ہٹتے ہیں زندگی میں پیچیدگیاں شروع ہو جاتی ہیں۔

خاتون پہ یہ بھی ذمہ داری عائد کی کہ جس مرد کو اس کا شوہر پسند نہیں کرتا اسے شوہر کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہونے دے اور نہ ہی بلا اجازت اس سے بات کرے۔

قرآن کریم نے خود پردہ کی یہ حکمت بیان کی ہے کہ

ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (33:53)

"اس سے تم مردوں اور تم عورتوں کے دل پاک ہو جائیں۔"

6- بے حیائی کا خاتمہ

دنیا میں بہت سی اقسام کے جرائم پائے جاتے ہیں۔ کسی جرم کا اثر انفرادی ہوتا ہے اور بہت سے جرائم کا اثر اجتماعی ہوتا ہے ایسے جرائم میں فحاشی اور بے حیائی سرفہرست ہیں۔ یہ ایسے گناہ ہیں جو پورے معاشرے کو متاثر کرتے ہیں۔

اس کا سب سے بڑا محرک وجود زن ہے۔ عورتوں کا بے پردہ زیب و زینت کے ساتھ کھلے عام پھرنا بہت سے جرائم کا پیش خیمہ ہے۔ پردہ سے یہ تمام سلسلہ یکسر ختم ہو جاتا ہے۔ بے حیائی اور فحاشی کا محرک وجود بدل کر مقدس اور محترم ہو جاتا ہے۔

یوں بھی عورت کی فطرت کے اندر حیا کا ایک پہلو موجود ہے۔ پردہ سے اسی فطری جذبہ کی تسکین ہوتی ہے اور حیا تو ایمان کی ستر شاخوں میں سے ایک ہے۔

7- اصلاح باطن و اصلاح اعمال

پردہ سے دل میں پاکیزہ احساسات جنم لیتے ہیں۔ نگاہ میں حیا پیدا ہوتا ہے۔ انداز واطوار میں بے باکی نہیں رہتی اور نتیجتاً نفسانی وسوسوں کا تدارک عمل میں آتا ہے۔ جو اصلاح باطن کا سبب بنتا ہے اور باطن کی یہ اصلاح ظاہری عمل پر بھرپور اثر ڈالتی ہے۔

نبی پاک ﷺ کے فرمان کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ:۔

"نگاہ کا بھی زنا ہوتا ہے کہ وہ غلط کام کو ہوتا دیکھے' کانوں کا بھی زنا ہے کہ وہ غلط بات سنیں اور زبان کا بھی زنا ہے کہ وہ فحش بات کہے۔"

جب کسی کو اطاعت اور ذکر الٰہی سے اصلاح باطن نصیب ہو جاتی ہے تو پھر نگاہوں کو جھکانا نہیں پڑتا' نظریں اٹھتی ہی نہیں ہیں۔

میں آپ کو اس کی ایک مثال دیتی ہوں کہ پچھلے دنوں جب مجھے اویسیہ سوسائٹی میں کچھ روز رہنے کا موقع ملا تو ایک شام ہم سب ایک ساتھی کے ہاں مدعو تھے۔ شام گہری ہو گئی تو مرد حضرات کے نکلنے کے بعد ہم خواتین بھی برقعوں میں گھر سے باہر نکلیں۔ بالکل پاس ہی جانا تھا اس لئے گاڑی کا تکلف نہیں کیا گیا۔ ابھی ہم چند ہی قدم چلی ہوں گی کہ سامنے سے ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹس نمودار ہوئیں۔ ہم سب ایک قطار کی صورت سڑک کے کنارے جا رہی تھیں اور باپردہ تھی لیکن پھر جب گاڑی ذرا نزدیک ہوئی تو ان صاحب نے گاڑی کی ہیڈ لائٹس آف کر دیں۔ اور جب ہمارے پاس سے گاڑی گزر گئی تو پھر آن کر لیں۔

نہ ہم انہیں جانتے ہیں نہ وہ ہمیں جانتے تھے۔ لیکن اسلام ایسا مذہب ہے۔ ایک ایسا رشتہ ہے جو صرف اپنے ہی نہیں دوسروں کے حرم کا بھی احترام کرواتا ہے اور آپ کو خود اپنا آپ محترم اور مقدس سا محسوس ہوتا ہے۔

اندر سے جب کوئی تبدیلی اٹھتی ہے تو اس کا فائدہ یہی ہوتا ہے کہ ایک ایک عضو پہ حد نہیں لگانا پڑتی' نفس اور شیطان کے خلاف مجاہدہ آسان ہو جاتا ہے ورنہ معاشرے کے ناپسندیدہ اثرات سے بچنا ایک کمزور انسان کے لئے کیسے ممکن ہے۔

8- اصلاح اخلاق

اسلام نے اخلاقیات پہ بہت زور دیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے۔

اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ

"میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں"

اسلام نے جب بے پردگی سے روکا تو اس کی سب سے بڑی حکمت خود قرآن کریم نے بتائی۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ (23:33)

"بے شک اللہ تم سے ہر گندگی کو دور کرنا چاہتا ہے۔"

بے پردگی اسلامی اخلاقیات کی زد میں بھی آتی ہے اسی لئے تو اللہ نے عورتوں کو ہدایت فرمائی کہ اپنے گھروں میں ٹک کر رہو جو تمہارا اصل مقام ہے۔ نہ کہ اس سے باہر بھاگتی پھرو اور گھر کو قید خانہ سمجھو۔

ہاں جب گھر سے نکلنے کی ضرورت پیش آئے تو اس طرح نہ نکلو جیسے زمانہ جاہلیت کی عورتیں بن ٹھن کر جسم کی نمائش کرتیں اور اپنی زیب وزینت دکھلاتی پھرتی تھیں۔ بلکہ ایک مسلمان عورت کی شان کے ساتھ نکلو۔ کہ تنگ کرنا تو درکنار کوئی دیکھتے ہوئے بھی جھجک محسوس کرے۔

9- جرائم کا خاتمہ

پردہ معاشرتی زندگی کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ اسلام چونکہ ایک الہامی مذہب ہے اور اس کے پیش نظر قیامت تک کی انسانیت کی بھلائی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر برائی کے خاتمہ کے لئے اس کے مقدمات پہ بھی پابندی لگائی ہے جس کے پیش نظر ایک اقدام تدریجاً" احکام پردہ نازل فرمانا بھی ہے۔

پردہ سے اصل مقصود زنا' بدکاری' فحاشی' عریانیت' آوارگی اور بے حیائی کا خاتمہ ہے۔ اس لئے اسلام نے پہلے گھروں کو غیر مردوں سے محفوظ و مامون قرار دیا۔ اور استیذان کو واجب قرار دیا پھر عورت کو چار دیواری تک محدود رہنے کا حکم دیا اور پھر باہر نکلنے کی صورت میں مشروط اجازت دی۔

اس سب کے باوجود جو شخص ان حدود وقیود اور پابندیوں کے حصار کو پھاند کر باہر نکلتا ہے تو اس پر ایسی سخت اور عبرت آموز سزا جاری کی ہے کہ ایک مرتبہ کسی بدکردار پہ یہ حد جاری ہو جائے تو پوری قوم کو عبرت حاصل ہو اور برائی کی شدید مذمت کے ساتھ ساتھ بدکرداروں کے حوصلے بھی پست ہوں۔ وہ سزا سنگساری ہے۔ مرد وعورت دونوں کے لئے یکساں اور پورا معاشرہ اس سزا کو دینے کے عمل میں شریک ہوتا ہے۔

10- مہذب وپاکیزہ معاشرے کی بنیاد

ایک پاکیزہ اسلامی معاشرہ ہی مہذب کہلانے کا اہل ہے۔ اسلامی تہذیب پاکیزہ ترین اصول و قواعد کو اپنا مرکز قرار دیتی ہے جو عقل ودل کو بہ یک وقت مطمئن اور شاد کرتی ہے۔

پردہ سے ایک پاکیزہ ماحول جنم لیتا ہے جو پورے معاشرے پہ اس کے رہن سہن اور آداب' معاشرت پر اثر ڈالتا ہے اور صحیح معنوں میں ایک مہذب اسلامی معاشرے کی بنیاد پڑتی ہے۔

میرا موضوع اپنے اختتام کو پہنچتا ہے۔ میں امید کرتی ہوں کہ میری اس کاوش سے میری بہت سی بہنوں کے ذہنوں پہ چھائے کئی شبہات کا ازالہ ہوا ہو گا۔

اللہ ہمیں صحیح اسلامی تعلیمات کو جاننے' سمجھنے اور ان پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی توفیق دے تاکہ ہم اسلامی اقدار کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ (آمین ثم آمین)

مر رہا تھا جو زمانہ سانس پھر لینے لگا

کون ہے جو حسن کی خیرات مجھ کو دے گیا
کون ہے جو آنکھ کی برسات مجھ کو دے گیا
کون ہے جس کے لئے راتوں کو نیندیں اڑ گئیں
راستے میں دیکھ کر جس کو خزائیں مڑ گئیں
مر رہا تھا جو زمانہ سانس پھر لینے لگا
کون سا سیماب منزل کا پتہ دینے لگا
کون ہے جس نے دلوں کی وادیاں آباد کیں
کون ہے جس نے کفر کی سازشیں برباد کیں
کون ہے وہ جس نے ظلمت میں جلائے ہیں چراغ
کون ہے جس نے لگائے زندگانی کے سراغ
کس نے لہرایا ہے جھنڈا عظمت اسلام کا
کس نے پہیہ موڑ ڈالا گردش ایام کا
معرکہ بدر کو' پھر سے وہ بیتاب ہے
کون دین مصطفیٰ کے نام پہ بیتاب ہے
کس نے للکارا ہے دین مصطفیٰ نافذ کرو
ورنہ ہم نافذ کریں گے حکمرانوں جان لو
ہاں خزاں کو لے گیا اور دے گیا مجھ کو بہار
جانے پھر بھی لوٹ کر کیوں لے گیا صبر وقرار

رانا محمد نواز گوجرہ

پاکستان کی ایکسپورٹ کی تفصیل----------1997-98ء

المرشد کے قارئین کیلئے دو سال کا تقابلی جائزہ پیش کیا جا رہا ہے (ذرائع آل پاکستان ٹیکسٹائل ملز ایسوسی ایشن)

نام اشیاء	گزشتہ مالی سال 1996-97ء	رواں مالی سال 1997-98ء	فرق (کمی یا اضافہ)
1- کاٹن یارن	1 ارب 41 کروڑ ڈالر	1 ارب 16 کروڑ ڈالر	17.87 فیصد کمی
2- کاٹن فیبرکس	1 ارب 26 کروڑ ڈالر	1 ارب 23 کروڑ ڈالر	2.22 فیصد کمی
3- ریڈی میڈ گارمنٹس	ساڑھے 73 کروڑ ڈالر	74 کروڑ ڈالر	0.48 فیصد اضافہ
4- نٹ ویئر	69 کروڑ ڈالر	68 کروڑ ڈالر	0.23 فیصد کمی
5- سنتھیٹک ٹیکسٹائل فیبرکس	51 کروڑ ڈالر	61 کروڑ ڈالر	18.55 فیصد اضافہ
6- چاول	47 کروڑ ڈالر	55 کروڑ ڈالر	18.32 فیصد اضافہ
7- بیڈ ویئر	46 کروڑ ڈالر	50 کروڑ ڈالر	9.94 فیصد اضافہ
8- چمڑے کی مصنوعات	36 کروڑ ڈالر	33 کروڑ ڈالر	9.50 فیصد کمی
9- کھیلوں کا سامان	31 کروڑ ڈالر	35 کروڑ ڈالر	14.18 فیصد اضافہ
10- لیدر	24 کروڑ ڈالر	20 کروڑ ڈالر	14.70 فیصد کمی
11- دیگر ٹیکسٹائل میڈاپ	21 کروڑ ڈالر	25 کروڑ ڈالر	17.16 فیصد اضافہ
12- کارپٹس اور لوازمات	20 کروڑ ڈالر	19 کروڑ ڈالر	2.95 فیصد کمی
13- ٹاول (تولیئے)	19 کروڑ ڈالر	20 کروڑ ڈالر	2.69 فیصد اضافہ
14- مچھلی اور لوازمات	15 کروڑ ڈالر	17 کروڑ ڈالر	14.80 فیصد اضافہ
15- آلات جراحی	13 کروڑ ڈالر	12 کروڑ ڈالر	7.18 فیصد کمی
16- پٹرول اور پٹرولیم مصنوعات	8 کروڑ ڈالر	4 کروڑ ڈالر	56.39 فیصد کمی
17- پھل	7 کروڑ ڈالر	6 کروڑ ڈالر	10.10 فیصد کمی
18- کیمیکل اور فارماسیوٹیکل	5 کروڑ ڈالر	ساڑھے 5 کروڑ ڈالر	12.80 فیصد اضافہ
19- مولیسز	5 کروڑ ڈالر	6 کروڑ ڈالر	14.8 فیصد اضافہ
20- ترپالیں اور کینوس کا سامان	4 کروڑ ڈالر	6 کروڑ ڈالر	52.97 فیصد اضافہ
21- خام روئی	3 کروڑ ڈالر	13 کروڑ ڈالر	307.86 فیصد اضافہ
22- کاٹن بیگ اور تھیلے	3 کروڑ ڈالر	2 کروڑ ڈالر	16.90 فیصد کمی
23- گڑ اور اس کی مصنوعات	سوا 3 کروڑ ڈالر	3 کروڑ ڈالر	0.20 فیصد کمی
24- جانوروں کی چربی وغیرہ	اڑھائی کروڑ ڈالر	2 کروڑ ڈالر	18.21 فیصد اضافہ
25- کٹلری	2 کروڑ ڈالر	ڈیڑھ کروڑ ڈالر	21.70 فیصد کمی
26- لیس ایمبرائیڈری	ڈیڑھ کروڑ ڈالر	89 لاکھ ڈالر	39.89 فیصد کمی
27- خام اون	ڈیڑھ کروڑ ڈالر	69 لاکھ ڈالر	49.48 فیصد کمی
28- اونیکس مصنوعات	سوا ایک کروڑ ڈالر	1 کروڑ ڈالر	7.20 فیصد کمی
29- سبزیاں	1 کروڑ ڈالر	2 کروڑ ڈالر	95.0 فیصد اضافہ
30- تیل اور بیج وغیرہ	78 لاکھ ڈالر	1 کروڑ ڈالر	40.83 فیصد اضافہ
31- ٹیکسٹائل ویسٹ میٹریل	55 لاکھ ڈالر	64 لاکھ ڈالر	16.29 فیصد اضافہ
ٹوٹل	8 ارب 32 کروڑ ڈالر	8 ارب 53 کروڑ ڈالر	2.61 فیصد اضافہ

ہماری مطبوعات

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

○ تصوف

تعارف	۷/- روپے
دلائل السلوک	۷۰/- روپے
دلائل السلوک (اردو)	۱۰۰/- روپے
دلائل السلوک (انگریزی)	۱۵/- روپے
اسرار الحرمین	۱۰/- روپے
عقائد و کمالات علمائے دیوبند	۱۰/- روپے
علم و عرفان	۲۵ روپے

○ حیات بعد الموت :

سیف اویسیہ	۴۰/- روپے
حیاتِ برزخیہ	۲۰/- روپے
مذاہب اربعہ اہل سنت کی نظر میں	۱۵ روپے

○ شیعیت ۔ تحقیقی مطالعہ :

الدین الخالص	۳۰/- روپے
ایمان بالقرآن	۳۵/- روپے
تحذیر المسلمین	۴۰/- روپے
تفسیر آیاتِ اربعہ	۱۰/- روپے
تحقیق حلال و حرام	۲۰/- روپے
حرمتِ ماتم	۱۵/- روپے
ایجادِ مذہب شیعہ	۲۰/- روپے
شکست اعدائے حسینؓ	۱۰/- روپے
دامادِ علیؓ	۱۰/- روپے
بناتِ رسولؐ	۱۰/- روپے
الجمال والکمال	۱۰/- روپے

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

غبارِ راہ اوّل	۱۲۰/- روپے
غبارِ راہ دوم	۱۰۰/- روپے
دیارِ حبیب میں چند روز	۱۰/- روپے
ارشاد السالکین (اوّل)	۱۰/- روپے
ارشاد السالکین (دوم)	۱۵/- روپے
امیر معاویہؓ	۲۰/- روپے
راہی کرب و بلا	۵/- روپے
عصرِ حاضر کا امام	۵/- روپے
نور و بشر کی حقیقت	۵/- روپے
حیاتِ طیبہ	۱۰/- روپے

پروفیسر حافظ عبد الرزاق ایم اے اسلامیات، عربی

ذکر اللہ (اردو)	۱۰/- روپے
عظمت صحابہؓ	۱۰/- روپے
المیزان قلب	۲۵/- روپے
تصوف	۳۰/- روپے
کس لیے	۲۰/- روپے
تجلیات	۳۰/- روپے
[illegible]	۲۵/- روپے
چراغ مصطفوی	۱۵/- روپے
کونوا انصار اللہ	۱۰/- روپے
انوار التنزیل	۱۵ روپے
مغالطے	۲۰/- روپے

اویسیہ کتب خانہ

سول ایجنٹ : اویسیہ کتب خانہ ٹاؤن شپ لاہور

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ۔ ٹاؤن شپ لاہور

ہماری مطبوعات

حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

○ تصوف

[illegible]	۱۲/- روپے
دلائل السلوک (اردو)	۷۰/- روپے
دلائل السلوک (انگریزی)	۱۰۰/- روپے
اسرار الحرمین	۱۵/- روپے
عقائد و کمالات علماء دیوبند	۱۰/- روپے
علم و عرفان	۱۰/- روپے

○ حیات بعد الموت :

سیف اویسیہ	۲۵ روپے
حیات برزخیہ	۴۰/- روپے
مذاہب اربعہ اہل سنت کی نظر میں	۲۰/- روپے

○ شیعیت - تحقیقی مطالعہ :

الدین الخالص	۱۵ روپے
ایمان بالقرآن	۳۰/- روپے
تحذیر المسلمین	۳۵/- روپے
تفسیر آیات اربعہ	۴۰/- روپے
تحقیق حلال و حرام	۱۰/- روپے
حرمت ماتم	۲۰/- روپے
ایجاد مذہب شیعہ	۱۵/- روپے
شکست اعدائے حسینؓ	۲۰/- روپے
داماد علیؓ	۱۰/- روپے
بنات رسولؐ	۱۰/- روپے
الجمال والکمال	۱۰/- روپے
	۱۰/- روپے

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

غبار راہ اول	۱۲۰/- روپے
غبار راہ دوم	۱۰۰/- روپے
دیار حبیب میں چند روز	۱۰/- روپے
ارشاد السالکین (اول)	۱۰/- روپے
ارشاد السالکین (دوم)	۱۵/- روپے
امیر معاویہؓ	۲۰/- روپے
راہی کرب و بلا	۵/- روپے
عصر حاضر کا امام	۵/- روپے
نور و بشر کی حقیقت	۵/- روپے
حیات طیبہ	۱۰/- روپے

پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم اے اسلامیات (گولڈ میڈلسٹ)

ذکر اللہ (اردو)	۱۰/- روپے
عظمت صحابہؓ	۱۰/- روپے
اطمینان قلب	۲۵/- روپے
تصوف و تعمیر سیرت	۳۰/- روپے
کس لیے آئے تھے؟	۲۰/- روپے
تجلیات	۳۰/- روپے
بزم انجم	۲۵/- روپے
چراغ مصطفوی	۱۵/- روپے
کونوا عباد اللہ	۱۰/- روپے
انوار التنزیل	۱۵ روپے
مغالطے	۲۰/- روپے

سول ایجنٹ : **اویسیہ کتب خانہ**

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ۔ ٹاؤن شپ لاہور

CPL # 3

MONTHLY

AL-MURSHED

اسرار التنزیل

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان کی دلکش تحریر میں قرآن کریم کی ایک منفرد انداز تفسیر۔ کہ قرآن کریم کو سمجھنا نہ صرف آسان بلکہ دلچسپ بنا دیا ہے۔ پڑھ کرخود ہی افادیت کا اندازہ لگائیے۔ اب تک دس (10) جلدیں چھپ چکی ہیں۔ آرٹ پیپر پر مجلد اور آفسٹ پیپر پر عام مجلد دستیاب ہیں۔

اویسیہ کتب خانہ

اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

AWAISIA SOCIETY,
COLLEGEROAD TOWNSHIP
LAHORE. PH : 5180467

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ ایپلیکشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ ایپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کرسکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور ایپلیکشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبدالباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔ 9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا ایپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255